BUDC-101

افسانوی ادب کا مطالعہ

Study of Urdu Fiction

اسکول آف ہیومینیٹیز
اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی

بلاک

3

ناول

بلاک 3 کا تعارف

اکائی 14
ناول کی تعریف اور فن 139

اکائی 15
اردو ناول کا آغاز وارتقا 149

اکائی 16
ترقی پسند ناول 157

اکائی 17
تقسیم ہند اور اردو ناول 165

اکائی 18
اردو ناول آزادی کے بعد 173

بلاک 3 تعارف

تیسرا بلاک **ناول** پر مشتمل ہے جس میں **5** اکائیاں ہیں۔

اکائی 14: 'ناول کی تعریف اور فن' میں ناول کی تعریف اور اس کے فن کا تفصیلی بیان ہے۔

اکائی 15: 'اردو ناول کا آغاز وارتقا' اس اکائی میں اردو ناول کے آغاز وارتقا کا ذکر ہے۔

اکائی 16: 'ترقی پسند ناول' میں ترقی پسند ناول کے متعلق تفصیلی مطالعہ کریں گے۔

اکائی 17: 'تقسیم ہند اور اردو ناول' میں تقسیم ہند اور اردو ناول کے تمام پہلوؤں کا ذکر ہے۔

اکائی 18: 'اردو ناول آزادی کے بعد' میں آزادی کے بعد لکھے جانے والے اردو ناول کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

اکائی 14 ناول کی تعریف اور فن

ساخت

14.1 اغراض ومقاصد

14.2 تمہید

14.3 ناول کی تعریف

14.3.1 ناول کا فن

14.4 آپ نے کیا سیکھا

14.5 اپنا امتحان خود لیجیے

14.6 سوالات کے جوابات

14.7 فرہنگ

14.8 کتب برائے مطالعہ

14.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- ناول کی تعریف بیان کر سکیں گے
- ناول کے فن سے واقف ہوں گے
- اردو میں داستان، ناول اور افسانہ کے رشتوں کو سمجھ سکیں گے
- ناول کے اجزائے ترکیبی سے واقفیت حاصل کریں گے

14.2 تمہید

اردو کے افسانوی ادب میں ناول کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ناقدین نے ناول کو داستان اور افسانہ کے درمیان کی کڑی قرار دیا ہے۔ ناول سے پہلے اردو ادب میں نثری اصناف میں داستان کو کافی مقبولیت حاصل تھی۔ داستان میں حقیقی زندگی کی بجائے مافوق الفطرت واقعات اور عناصر کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ داستان میں کہانی در کہانی ہوتی ہے، ابتدا سے اخیر تک داستان میں ایک ہی کہانی بیان نہیں کی جاتی ہے بلکہ ایک کہانی کے ساتھ کئی کہانیاں چلتی رہتی ہیں۔ ناول میں ایسا نہیں ہے ۔ ناول انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتا ہے۔ لفظ ناول اطالوی زبان کے لفظ ناولا (Novella) سے نکلا ہے۔ ناولا کے معانی ہے نیا۔ لغت کے اعتبار سے ناول کے معانی نادر اور نئی بات کے ہیں۔ لیکن صنفِ ادب میں اس کی تعریف زندگی کے حقائق کو بیان کرنا

ہے۔ناول کی اگر جامع تعریف کی جائے تو وہ کچھ یوں ہوگی کہ ''ناول ایک نثری قصہ ہے جس میں پوری زندگی کی کہانی بیان کی جاتی ہے''۔ افسانہ میں کسی فرد کی زندگی کے کسی ایک پہلو کو بیان کیا جاتا ہے، تاہم ناول میں پوری زندگی بیان کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ناول کا لفظ اطالوی زبان سے مشتق ہے۔سب سے پہلے یہ لفظ چودھویں صدی عیسوی میں سامنے آیا۔ اس کی اصل Novella Storia ہے یہ اصطلاح تازہ کہانی کا مفہوم رکھتی تھی لیکن بعد میں ناول کا لفظ اس کہانی کے لیے مخصوص ہو گیا جو نثر میں لکھی گئی اور جس میں رومانی اثرات ملے۔اے سی رکیٹ سمیت بیشتر مغربی ناقدین نے اٹلی کو ناول کا مولد و مسکن قرار دیا ہے۔اب تک کی تاریخی تحقیق کے مطابق ناول کا سلسلۂ نسب اطالوی زبان کی مذکورہ بالا اصطلاح سے ملتا ہے۔ بعد میں مختلف عہد اور مختلف زبانوں میں مختلف فن کاروں نے ناول کی مختلف تعریفیں کیں۔ناول کے فن کو سمجھنے کے لئے ناول کے اجزائے ترکیبی پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ناول کے اجزائے ترکیبی میں کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے، زماں و مکاں، اسلوب اور نقطۂ نظر وغیرہ شامل ہیں۔اس اکائی میں ہم ناول کی تعریف اور ناول کے فن پہ تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔

14.3 ناول کی تعریف

ناول ہی نہیں بلکہ کسی بھی صنف ادب کی جامع اور مانع تعریف کر پانا آسان کام نہیں ہے۔ناول کی تعریف کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے البتہ چند ماہرین اور ناقدین نے ناول کی تعریف کچھ اس طرح سے کی ہیں۔ پہلے مغربی ناقدین کی تعریف پر نظر ڈالتے ہیں۔

ہنری جیمس نے ناول کی تعریف یوں کی ہے: ''ناول اپنی وسیع ترین تعریف میں زندگی کا شخصی اور راست اثر ہے''۔

ای۔ایم۔فورسٹر اپنی مشہور زمانہ کتاب Aspect of the Novel میں ناول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ایک خاص طوالت کا نثری قصہ ناول ہے''۔

بیسویں صدی کی مشہور انگلش مصنفہ ورجینا وولف نے ناول کی اہم خصوصیات کا احاطہ یوں کیا ہے:

> ''ناول انسانوں کے متعلق لکھے گئے ہیں۔اس لیے وہ ہمارے اندر ایسے ہی احساسات ابھارتے ہیں جیسا کہ انسان حقیقی دنیا میں ابھارتے ہیں۔ ناول فن کی وہ واحد ہیئت ہے، جس کی واقعیت ہم کو یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے یعنی وہ حقیقی انسان کی زندگی کا بھرپور اور صداقت شعارانہ ریکارڈ پیش کرتا ہے''۔

کلاریوز نے ناول کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''روزمرہ آنکھوں کے سامنے والے واقعات کو مانوس اور مربوط انداز میں پیش کرنے کا نام ناول ہے''۔ پرسی لیک نے ناول کو''زندگی کی تصویر'' یا ''زندگی کی شبیہ'' قرار دیا ہے''۔اسکاٹ جیمس کے مطابق ''ناول میں ان باتوں کو پیش کیا جاتا ہے جو زندگی کے جیسی ہوتی ہیں یا اس کے مطابق ہوتی ہیں''۔انتھونی ٹرولوپ کے مطابق ''ناول ایک ایسی تصویر ہے جس میں عام زندگی کی مسرت اور غم

دکھائے جاتے ہیں تا کہ وہ تصویر جاندار نظر آئے۔ اس تصویر کو اگر قابل توجہ بنانا ہے تو اسے بہت وسیع اور حقیقی شبیہوں سے معمور ہونا چاہیے''۔

مغربی مصنفین اور ناقدین نے ناول کی جو تعریف کی تھی وہ آپ پڑھ چکے۔ اب دیکھتے ہیں کہ ناول کی تعریف و توضیح کے سلسلے میں اردو ناقدین کیا کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو ناقدین کے یہاں بھی مختلف اور متنوع رائیں ملتی ہیں۔ سب سے پہلے اردو کے ممتاز نقاد پروفیسر احتشام حسین کی رائے دیکھتے ہیں۔ پروفیسر سید احتشام حسین ''اردو ناول اور سماجی شعور'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''تاریخ کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ناول ایک صنف کی حیثیت سے عہد سرمایہ داری کی پیداوار ہے جب فرد اور سماج کی کش مکش بڑھی، جاگیرداری دور کی قدروں کے متعلق شک کا اظہار کیا جانے لگا اور جب سائنس نے عقائد اور روایات کی پرکھ پر آمادہ کیا، اُس وقت انسان اور اُس کے مسائل کو بہت سے پہلوؤں سے دیکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی، گویا ناول ایک پیچیدہ سماج کا مظہر ہے۔ اٹھارہویں صدی سے یورپ میں ناول نے شاعری اور ڈرامے سے اہم ادبی اصناف کو نیچا دکھا کر یا کم سے کم اُن کی اونچی مسندوں سے انہیں ہٹا کر سب سے اہم ادبی فارم کی حیثیت اختیار کر لی اور ہر قسم کے سنجیدہ، فلسفیانہ، فکری اور گہرے خیالات کے اظہار کے لیے اس صنفِ ادب سے کام کیا جانے لگا۔''

پروفیسر آل احمد سرور ناول کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''قصہ گوئی انسانیت کی ابتدا سے ملتی ہے مگر ناول مہذب انسانوں کی ایجاد ہے۔ سرمایہ داروں نے افراد سے دلچسپی پیدا کی اور اس دلچسپی نے ناول کو جنم دیا۔''

پروفیسر وقار عظیم کا شمار فکشن کے ممتاز ناقدین میں ہوتا ہے۔ داستانوں پہ پروفیسر وقار عظیم کی تحریر کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ فنِ ناول نگاری کے بارے میں پروفیسر وقار عظیم کچھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

> ''زمانے نے ادیب اور فن کار سے کہانی کی ایک ایسی صنف کا تقاضا کیا تھا جو رومان کی رنگینیوں کے بجائے زندگی کی سادہ اور پر پیچ حقیقتوں کی حامل ہو ایک ایسی صنف جس میں فن کار کے تخیل اور تصور کی جدت پسندی نہیں بلکہ تفکر کی گہرائی شامل ہو، جس میں انسان زندگی کی تلخیوں سے گھبرا کر ایک ان

دیکھی دنیا کی سیر کرنے کی جگہ اس کی کش مکش سے دوچار اور نبرد آزما ہو، جہاں اسے زندگی سے فرار کی نہیں، اس سے الجھنے اور اس کی الجھنوں کو سلجھانے کی تعلیم ملے جہاں فن کار محض مصور نہیں، مبصر، نقاد اور معلم کے فرائض اور منصب پورے کرنے کی خدمت انجام دے، جہاں جذبات اور احساسات پر فن کی منطق حاوی اور غالب نظر آئے۔ زمانے کی اسی طلب اور تقاضے نے ناول کی تخلیق کی اور آہستہ آہستہ اس نے داستان کی جگہ لے لی۔''

مختصر یہ کہ ناول کے فن نے داستان کی بنیاد پر اپنی انفرادیت بنائی اور بدلتے ہوئے سماجی نظام واقدار کی ترجمانی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ناول فنی پختگی کے ساتھ ارتقائی منازل سے گزرا اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ آسان الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''ناول ایک نثری قصہ ہے جس میں پوری زندگی کی کہانی بیان کی جاتی ہے''۔

14.3.1 ناول کا فن

ناول کے فن کو سمجھنے کے لئے ناول کے اجزائے ترکیبی پر غور کرنا ضروری ہے۔ ناول کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ یعنی وہ کیا چیزیں ہیں جن کا کسی ناول میں پایا جانا ضروری ہے۔ فن کے نقطۂ نظر سے جن چیزوں کا ناول میں پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔ 1۔ کہانی 2۔ پلاٹ 3۔ کردار نگاری 4۔ مکالمے 5۔ پس منظر یا زماں و مکاں 6۔ اسلوب 7۔ نقطۂ نظر۔ یہی وہ اجزائے ترکیبی ہیں جن کی کسوٹی پر ناول کے فن کو پرکھا جاتا ہے۔ ناول کی فنی حیثیت جاننے کے لیے ان اجزا کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ اردو ادب میں نثری اور شعری اصناف کے اجزا بیان کیے جاتے ہیں تاکہ ان اجزا سے اس صنف کا ڈھانچہ تیار ہو سکے۔ صنف ناول کے بھی چند عناصر ہیں جس سے ناول کا ہیولہ تیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اب ایک ایک کر کے تمام اجزائے ترکیبی پہ نظر ڈالتے ہیں۔

1۔ کہانی: قصہ وہ بنیادی شے ہے جس کے بغیر کوئی ناول وجود میں نہیں آ سکتا۔ کوئی واقعہ، کوئی حادثہ، کوئی قصہ فن کار کو قلم اُٹھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ایک ضروری بات یہ ہے کہ پڑھنے والے کو یہ کہانی بالکل سچی لگنی چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ قصہ جتنا جاندار ہوگا قاری کی دل چسپی اس میں اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اب یہ فن کار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دل چسپی کو برقرار رکھے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کہانی اس طرح آگے بڑھے کہ پڑھنے والا یہ جاننے کے لیے بے تاب رہے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ قصہ پن افسانوی ادب کی جان ہے۔ کہانی کے بغیر کوئی بھی افسانوی ادب مکمل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ای۔ ایم۔ فورسٹر نے کہانی کو ناول کے لیے ''ریڑھ کی ہڈی'' کہا ہے۔

2۔ پلاٹ: کسی بھی ناول میں کہانی کے بعد پلاٹ سب سے اہم ہے۔ پلاٹ قصے کو ترتیب دینے کا نام ہے۔ ایک کامیاب فنکار واقعات کو اس طرح ترتیب دیتا ہے جیسے موتی کو لڑی میں پروتے ہیں۔ ان واقعات میں ایسا منطقی تسلسل ہونا چاہیے کہ ایک کے بعد دوسرا واقعہ بالکل فطری معلوم ہو۔ واقعات ایک دوسرے سے پوری طرح پیوست ہوں تو پلاٹ مربوط یا گٹھا ہوا کہلائے گا۔ اور ایسا نہ ہو تو پلاٹ ڈھیلا ڈھالا کہلائے گا جو ایک خامی ہے۔ ناول ''امراؤ جان ادا'' کا پلاٹ گٹھا ہوا اور کسا ہوا ہے جب کہ ''فسانۂ آزاد'' کا پلاٹ ڈھیلا ڈھالا ہے۔

ناول میں ایک قصہ ہو تو پلاٹ اکہرا یا سادہ کہلائے گا۔ایک سے زیادہ ہوں تو مرکب جیسا کہ ''امراؤ جان ادا'' میں ہے۔کچھ دنوں بحث چلی کہ پلاٹ کا ہونا ضروری ہے بھی یا نہیں۔ناول ''شریف زادہ'' بغیر پلاٹ کے واحد ناول ہے۔لیکن اصلیت یہ ہے کہ پلاٹ کے بغیر کامیاب ناول کا تصور ممکن نہیں ہے۔

پلاٹ جتنا گٹھا ہوا اور مربوط ہوگا اسی قدر وہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔اردو ناول نگاروں نے انگریزی ناولوں سے اچھی طرح واقفیت کے بعد بہت اچھے پلاٹ کے ناول لکھے۔اس جگہ نذیر احمد کے ابتدائی ناولوں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ڈپٹی نذیر احمد کے ابتدائی دو ناولوں میں یعنی ''مراۃ العروس'' اور ''بنات النعش'' میں اچھا پلاٹ نہیں ملتا لیکن بعد کے ناولوں میں پلاٹ زیادہ بہتر ہیں۔رتن ناتھ سرشار کے ''فسانۂ آزاد'' میں بہت ہی ڈھیلا ڈھالا پلاٹ ملتا ہے لیکن اس کی وجہ سے انہوں نے انیسویں صدی کی لکھنوی زندگی کو بہت ہی وسیع انداز میں پیش کیا ہے۔سرشار نے ''ڈان کوئک زوٹ'' کا ترجمہ ''خدائی فوج دار'' کے نام سے کیا تھا،اسی سے متاثر ہو کر انہوں نے ''فسانۂ آزاد'' لکھا تھا۔عبدالحلیم شرر نے سر والٹر اسکاٹ کے ناولوں کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔اسی سے متاثر ہو کر انہوں نے تاریخی ناول لکھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول ''فردوس بریں'' میں بہترین اور بہت چست پلاٹ ملتا ہے۔

3۔کردار نگاری: بیشتر ناقدین کا ماننا ہے کہ کردار نگاری ناول کا اہم جزو ہے۔ناول میں جو واقعات پیش آتے ہیں ان کے مرکز کچھ جاندار ہوتے ہیں۔ضروری نہیں کہ یہ انسان ہی ہوں۔حیوانوں سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔یہ افراد قصہ کردار کہلاتے ہیں۔یہ جتنے حقیقی یعنی اصل زندگی کے قریب ہوں گے ناول اتنا ہی کامیاب ہوگا۔کردار دو خانوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ایک پیچیدہ (راؤنڈ) دوسرے سپاٹ (فلیٹ) جن کرداروں میں ارتقا ہوتا ہے یعنی جو کردار حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں وہ راؤنڈ کہلاتے ہیں۔جیسے مرزا ہادی رسوا کا ناول ''امراؤ جان ادا'' میں سلطان مرزا کا کردار۔اسی طرح کے کردار جیتے جاگتے کردار کہلاتے ہیں اور ادب کی دنیا میں امر ہو جاتے ہیں۔جو کردار ارتقا سے محروم رہ جاتے ہیں پورے ناول میں ایک ہی سے رہتے ہیں وہ سپاٹ کہلاتے ہیں۔نذیر احمد کے ''مرزا ظاہر دار بیگ'' اور سرشار کے ''خوجی'' اس کی بہترین مثال ہیں۔یہ دلچسپ ہو سکتے ہیں مگر سچ مچ کے انسانوں سے ملتے جلتے نہیں ہو سکتے۔

ناول نگار جب کرداروں کو تشکیل دیتا ہے تو اس میں اس چیز کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ کردار، ناول نگار کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہ فطری معلوم ہوں۔وہی کردار متاثر کن ہوتے ہیں جو ذرا منفرد ہوں اور زندگی کے زیادہ قریب ہوں۔ناول کے کرداروں میں مثبت اور منفی دونوں پہلو پوشیدہ ہوتے ہیں۔

4۔مکالمے: ناول کے اجزائے ترکیبی میں مکالمہ نگاری کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔مکالمہ نگاری پر بھی ناول کی کامیابی اور ناکامی کا بڑی حد تک دارومدار ہوتا ہے۔ناول کے کردار آپس میں جو بات چیت کرتے ہیں اسے ہم مکالمہ کہتے ہیں۔اسی بات چیت کے ذریعے ہم ان کے دلوں کا حال جان سکتے ہیں اور انہیں کے سہارے قصہ آگے بڑھتا ہے۔مکالمے کے سلسلے میں دو باتیں ضروری ہیں۔ایک تو یہ کہ مکالمہ غیر ضروری طور پر طویل نہ ہو کہ قاری انہیں پڑھنے میں اکتا جائے۔دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ ضروری ہے وہ یہ کہ مکالمہ جس کردار کی زبان سے ادا ہو رہا ہے اس کے حسبِ حال ہو۔مکالمے ناول نگار کی زبان میں نہ ہو کر کرداروں کی زبان میں

ہونے چاہئے۔ مکالموں میں ناول نگار کو یہ خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ ہر کردار اپنے حیثیت کے مطابق بات کرے۔ شائستہ، مہذب اور عالمانہ گفتگو کے ساتھ عامیانہ، غیر مہذب اور غیر شائستہ میں بہت فرق ہوتا ہے، یہ ناول نگار کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اس کو مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک پروفیسر اور ایک نوکر کے مکالمے سے ان کی حیثیت اور مقام و مرتبہ کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ ناول نگار کو مکالمے وضع کرتے ہوئے ان مقام و مرتبہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

5۔ پس منظر یا زماں و مکاں: کہانی، پلاٹ، کردار اور مکالمہ نگاری کے بعد زماں و مکاں یعنی ناول کا پس منظر، ناول میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پس منظر سے ناول کی دل کشی اور تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پس منظر اگر کامیاب ہو تو کوئی غیر اہم قصہ بھی بہت اہم لگتا ہے اور جھوٹا قصہ بھی سچ لگنے لگتا ہے۔ ''امراؤ جان ادا'' میں مرزا رسوا نے خانم کے کوٹھے کا نقشہ ایسی کامیابی کے ساتھ کھینچا ہے کہ پورا ماحول نظروں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے۔ عرس، میلے، نواب سلطان کی کوٹھی کا ذکر وغیرہ اس مہارت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم خود وہاں جا پہنچے ہیں۔ ناول ''گئودان'' میں بھی خوب صورت پس منظر دیکھا جاسکتا ہے۔ پریم چند کو بھی منظر نگاری میں بڑی مہارت حاصل ہے۔ ان دونوں ناولوں کے پس منظر ہی ہیں جنہوں نے پورے ماحول اور فضا کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ مذکورہ ناول کی اثر پذیری میں دونوں ناولوں کا پس منظر اور زماں و مکاں بہت ہی خاموشی سے کام کرتا ہے۔

6۔ اسلوب: اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے ماہر لسانیات ڈاکٹر نصیر احمد خان لکھتے ہیں۔:

> "اسلوب انگریزی لفظ 'اسٹائل' کے مترادف ہے، جس سے مراد ایک ایسی طرز تحریر ہے، جو ہر اعتبار سے منفرد ہو، جو ادیب یا شاعر کی شخصیت کی مظہر ہو، جو خارجی لسانی پہلوؤں کے علاوہ فنکار کے انداز بیان، انداز فکر اور انداز تخلیق کی نمائندگی کرے۔"

ادبی اسلوبیات، ص8

اسلوب یا انداز بیان کا تعلق واضح طور پر زبان سے ہے۔ زبان ہی وہ ذریعہ اظہار ہے جس کے ذریعہ ادیب اپنے تخلیقی تجربات کو فنی روپ دیتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فن سے زبان کا خارجی رشتہ ہوتا ہے بلکہ یہ بالکل ہی حقیقی رشتہ ہے جس طرح روح و جسم کا رشتہ ہوتا ہے اسی طرح اسلوب کا اپنے فن سے ہے۔۔ زبان کے سلسلے میں یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ زبان کا استعمال روزمرہ کی زندگی میں ہر لمحہ ہر قدم پر کیا جاتا ہے اور اس طرح سے جو ذریعہ اظہار فن کار کا ہے وہ کثرتِ استعمال کا شکار ہے۔ ہر ناول نگار کا ایک الگ اور خاص اسلوب ہوتا ہے۔ اسلوب کا انداز ناول نگار اپنی زبان و بیان کے پس منظر میں بیان کرتا ہے۔ ناول میں اسلوب آئینہ کے زنگار کی طرح ہوتا ہے۔ زنگار آئینہ کے پیچھے جو مصالحہ لگایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے آئینہ میں عکس یا چہرہ نظر آتا ہے، اس کو زنگار کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سے ناول کی پیش کش میں ناول نگار کا اسلوب روپوش ہوتا ہے۔ اسلوب بالکل زنگار کی طرح ہونا چاہیے تا کہ ناول کا مطالعہ کرتے ہوئے ہماری توجہ ناول کی طرف مبذول

نہ ہو بلکہ قاری خود بخود لطف اندوز ہوتا رہے۔

7۔نقطۂ نظر: کچھ ناقدین نے نقطۂ نظر کو ناول کے اجزاء میں شمار نہیں کیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ نقطۂ نظر جسم میں خون کی طرح فن کار کے قلم سے نکلی ہوئی ایک ایک سطر میں جاری وساری ہوتا ہے۔ ہر انسان اور خاص طور پر فن کار کائنات اور اس کی ہر شے کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جب وہ کسی موضوع پر قلم اٹھاتا ہے تو گویا اس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور اپنا نقطۂ نظر واضح کرتا ہے۔غرض یہ کہ ہر تخلیق کے پیچھے کوئی نقطۂ نظر کارفرما ہوتا ہے۔اور صنف اسی کی خاطر تخلیق کا کرب جھیلتا ہے۔مولوی نذیر احمد نے ناول ''ابن الوقت'' یہ واضح کرنے کے لیے لکھا کہ بے سوچے سمجھے نقالی انسان کو ذلیل وخوار کر دیتی ہے۔ان کا ہر ناول اصلاحی نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ڈپٹی نذیر احمد کے تمام ناول مقصدی ہیں انہوں نے ہر جگہ اپنا فلسفۂ حیات پیش کیا ہے۔اس کے باوجود ان کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ وہ اپنا جو خاص نقطۂ نظر رکھتے ہیں اس کو انہوں نے اپنے ناول میں ہمیشہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح پریم چند اپنا ایک نقطۂ نظر رکھتے تھے، اسی کو انہوں نے اپنی تمام تخلیقات میں پیش کیا ہے۔باوجود اس کے، ان کی فن کاری مجروح نہیں ہوئی اس لیے کہ یہ ان کی اپنی فکر کا حصہ تھا، ان کی ذات اور فکر میں یہ بات شامل تھی۔اسی طرح عصمت چغتائی جب ناول ''ضدی'' یا ''ٹیڑھی لکیر'' لکھ رہی تھیں تو ان کا اپنا ایک نقطۂ نظر تھا۔

14.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- لفظ ناول اطالوی زبان کے لفظ ناولا (Novella) سے نکلا ہے
- کہانی ناول کی ریڑھ کی ہڈی ہے
- کہانی، پلاٹ، کردار اور مکالمہ وغیرہ ناول کے اجزائے ترکیبی ہیں
- کہانی، پلاٹ، کردار اور مکالمہ نگاری کے بعد زماں ومکاں یعنی ناول کا پس منظر، ناول میں بہت اہمیت رکھتا ہے
- ناول ''امراؤجان ادا'' کا پلاٹ گٹھا ہوا اور کسا ہوا ہے جب کہ ''فسانہ آزاد'' کا پلاٹ ڈھیلا ڈھالا ہے

14.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ ناول کی تعریف بیان کیجیے؟

2۔ ناول کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

3۔ ناول کس زبان کا لفظ ہے؟

4۔ ''خدائی فوج دار'' کس کا ترجمہ ہے؟

5۔ ای ایم فوسٹر نے کہانی کو ناول کے لئے کیا قرار دیا ہے؟

14.6 سوالات کے جواب

1۔ ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہ نظر کے تحت زندگی کی حقیقی و واقعی عکاسی کی گئی ہو۔یعنی ناول ایک نثری قصہ ہے جس میں پوری زندگی کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔

2۔ ناول کے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں:

کہانی، پلاٹ، کردارنگاری، مکالمے، پس منظریا زماں ومکاں، اسلوب اور نقطۂ نظر۔ناول کی فنی حیثیت جاننے کے لیے ان اجزا کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔

3۔ ناول کا لفظ اطالوی زبان سے مشتق ہے۔سب سے پہلے یہ لفظ چودہویں صدی عیسوی میں سامنے آیا۔

4۔ رتن ناتھ سرشار نے ''ڈان کوئک زوٹ'' کا ترجمہ ''خدائی فوج دار'' کے نام سے کیا۔

5۔ ای۔ایم۔فورسٹر نے کہانی کو ناول کے لیے ''ریڑھ کی ہڈی'' کہا ہے۔

14.7 فرہنگ

لفظ	معنی
کلیل	چوپایوں کا خوشی سے اچھلنا کودنا
مافوق الفطری	فطرت کے خلاف، فطرت سے ہٹا ہوا، انوکھا، عجیب وغریب
مربوط	وابستہ، بندھا ہوا
ژولیدگی	الجھاؤ، پریشانی
محیط	احاطہ
اطالوی	اٹلی سے منسوب، اٹلی کا رہنے والا
ماہیت	کسی چیز کی حقیقت، اصلیت
نوعیت	صورت حال، اخلاقی خصوصیت
ساخت	بناوٹ
جامع	ملانے والا، اکٹھا کرنے والا
مانع	منع کرنے والا، روکنے والا
جہت	چہرہ سامنے کرنا، جانب اور سمت
ممیّز	اچھے برے میں تمیز کرنے والا
ابتکار	جدت، ایجاد، نیا کام

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

سیاہ	کالا
فنا و بقا	مرنا اور جینا
توضیح	واضح کرنا، صاف کہنا
متنوع	طرح طرح کا، قسم قسم کا
مہتم بالشان	نہایت اہم اور ضروری، شان دار
عقائد	عقیدہ کی جمع، مذہبی اصول
روایات	روایت کی جمع
کش مکش	الجھن، کھینچا تانی
مظہر	ظاہر کیا گیا، بیان کیا گیا، واضح
مصور	تصویر بنانے والا
مبصر	عقل مند، اچھائی برائی جانچنے والا
نقاد	پرکھنے والا، دیکھنے والا، کھوٹا کھرا
منطق	خوش کلامی، ٹھیک طور پر سوچنے کا علم
اقدار	پیمانہ، اندازہ، قدر و قیمت
بصیرت	عقل، سمجھ
تجسس	تلاش، جستجو، کھوج، دریافت
تحیر	حیرانی، تعجب، حیرت
آگہی	واقفیت، خبر، علم
سیاہ باطن	مکار، منافق
قدس	پاک، مقدس

14.8 کتب برائے مطالعہ

1۔	ڈاکٹر یوسف سرمت	بیسویں صدی میں اردو ناول	نیشنل بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد	1973
2۔	ابوالکلام قاسمی (مترجم)	ناول کا فن	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	1992

3۔	انور پاشا	ہندو پاک میں اردو ناول (تقابلی مطالعہ)	پیش رو پبلی کیشنز، نئی دہلی	1992
4۔	خالد اشرف	برصغیر میں اردو ناول	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی	1995
5۔	سہیل بخاری	اردو ناول نگاری	الحمرا پبلی کیشنز، دہلی	1972
6۔	محمد احسن فاروقی، نورالحسن	ناول کیا ہے؟	دانش محل، امین الدولہ پارک لکھنو	1948
7۔	ڈاکٹر احسن فاروقی	ناول کی تنقیدی تاریخ	ادارہ فروغ اردو، امین آباد لکھنو	1981
8۔	ناز قادری	اردو ناول کا سفر	مکتبہ صدف، مظفر پور	2001
9۔	ڈاکٹر سلیم محی الدین	اردو ناول: تنقید و تجزیہ	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2016

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

اکائی 15 اردو ناول کا آغاز وارتقا

ساخت

15.1 اغراض ومقاصد

15.2 تمہید

15.3 اردو میں ناول نگاری کا آغاز

15.3.1 اردو ناول کا ارتقاء

15.3.2 1947 کے بعد اردو ناول

15.4 آپ نے کیا سیکھا

15.5 اپنا امتحان خود لیجئے

15.6 سوالات کے جوابات

15.7 فرہنگ

15.8 کتب برائے مطالعہ

15.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- واقف ہوسکیں گے کہ اردو ناول کا آغاز کب اور کہاں ہوا
- اردو کے پہلے ناول نگار سے واقف ہوں گے
- اردو کے اہم ناولوں سے تعارف ہوگا
- اردو کے اہم ناول نگاروں سے واقف ہوسکیں گے

15.2 تمہید

اردو کے افسانوی ادب کو جن اصناف نے وقار عطا کیا ان میں ناول کا اہم مقام ہے۔ اردو میں ناول نگاری کا آغاز انگریزی ادب کے زیر اثر ہوا۔ اردو ادب میں صنف ناول کے آغاز کا سہرا ڈپٹی نذیر احمد کے سر ہے۔ کیوں کہ عام طور پر اردو ناول کا باضابطہ آغاز ''مراۃ العروس'' سے تسلیم کیا جاتا ہے جسے ڈپٹی نذیر احمد نے 1869 میں لکھا۔ حالانکہ ہمارے بعض ناقدین 1862 میں لکھی ہوئی مولوی کریم الدین کی تصنیف ''خط تقدیر'' کو اردو کا پہلا ناول مانتے ہیں۔ اگرچہ ناول کا بنیادی وصف ''کہانی پن'' خط تقدیر میں موجود ہے لیکن ''خط تقدیر'' کی بعض فنی خامیوں نے نذیر احمد کے ''مراۃ العروس'' کو اولیت کا درجہ عطا کر دیا۔ اس لئے مختصر طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو کے پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد ہیں اور پہلا ناول ''مراۃ العروس'' ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اگر متفقہ طور پر ''خط تقدیر'' کو اردو کا پہلا ناول تسلیم کر لیا جاتا تو اس ناول کو نہ صرف اردو کا بلکہ پورے ہندوستانی زبان کا پہلا

ناول ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا کیوں کہ ہندوستان کا پہلا ناول جسے تسلیم کیا جاتا ہے وہ تلجا شنکر کا ''کرن گھیلو'' ہے۔ جسے 1866 میں شائع کیا گیا تھا۔

ڈپٹی نذیر احمد کے بعد پنڈت رتن ناتھ سرشار، مولوی عبدالحلیم شرر اور مرزا محمد ہادی رسوا نے اردو میں ناول نگاری کی روایت کو مستحکم کیا۔ بعد میں منشی پریم چند نے اردو ناول نگاری کو ایک بلند مقام پر پہنچایا۔ انھوں نے ''گئو دان'' جیسا ناول لکھ کر اردو ناول نگاری کو بلندی عطا کی۔ پریم چند کی زندگی میں ہی ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا اور پھر ترقی پسند مصنفین نے اردو ناول کو ایک نئی بلندی عطا کی۔ عزیز احمد، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی اور بلونت سنگھ جیسے ناول نگاروں نے اردو ناول کو نت نئے مضامین عطا کیے۔ اردو ناول نگاری کے میدان میں قرۃ العین حیدر سب سے الگ نظر آتی ہیں۔ حصول آزادی اور تقسیم وطن کے بعد فسادات کے موضوع پر بھی بہت سے ناول لکھے گئے۔ رامانند ساگر کا ناول ''اور انسان مر گیا'' انھیں ناولوں میں سے ایک ہے۔ جدیدیت کے دور میں بھی ناول لکھے گئے۔ انتظار حسین اور جوگندر پال جیسے ناول نگاروں نے اردو ناول نگاری کے ارتقاء میں اہم رول ادا کیا۔ بعد میں شمس الرحمٰن فاروقی، پیغام آفاقی، حسین الحق، عبدالصمد، نورالحسنین، صادقہ نواب سحر، غضنفر، ثروت خان، سید محمد اشرف اور خالد جاوید جیسے ناول نگاروں نے اردو ناول کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔

15.3 اردو میں ناول نگاری کا آغاز

اردو ناول نگاری کے میدان میں ڈپٹی نذیر احمد صرف اس بنیاد پر اہمیت کے حامل نہیں کہ انھوں نے اردو کو پہلا باضابطہ ناول دیا بلکہ اس لیے بھی ہیں کہ انہوں نے بنیادی طور پر اس بات کو سمجھا کہ قصّے کہانیوں کے ذریعے سماج و معاشرے کے مسائل کو عوام کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس پیش کش میں نذیر احمد نے قصے کی جن بنیادی خصوصیات اور فنی نکات یعنی اوّل تو قصے کو دل چسپ پیرائے میں بیان کرنا، منظر نگاری کو عمدگی سے پیش کرنا، مکالمے کا چست اور درست استعمال کرنا، ماحول اور کردار کو حقیقت کا جامہ پہنانا، جذبات نگاری کو اس انداز میں برتنا کہ قاری ان سے ذاتی وابستگی محسوس کر سکے اور سب سے اہم یہ کہ کہانی کے پورے پلاٹ کو مربوط رکھنے کے سبب ''مراۃ العروس'' کو اردو کا پہلا ناول تسلیم کیا گیا۔ ڈپٹی نذیر احمد کی پیدائش 1836 میں اور وفات 1910 میں ہوئی۔ نذیر احمد اردو، عربی، فارسی کے ساتھ انگریزی زبان کی بھی سدھ بدھ رکھتے تھے۔ انھوں نے انگریزی ادب کے کچھ اہم ناولوں کا مطالعہ بھی کیا تھا۔

ڈپٹی نذیر احمد نے کل سات ناول لکھے جن میں ''مراۃ العروس'' کے علاوہ ''بنات النعش (1872)، توبۃ النصوح (1877)، فسانہ مبتلا (1885)، ابن الوقت (1888)، ایامیٰ (1891) اور ''رویائے صادقہ (1894)'' ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کا تقریباً ہر ناول اصلاح معاشرہ اور اخلاق و تربیت کے مختلف پہلوؤں کے ارد گرد گھومتا ہے۔

15.3.1 اردو ناول کا ارتقاء

نذیر احمد کے ناول ''مراۃ العروس'' کے ساتھ اردو ناول کا باضابطہ آغاز ہو گیا تھا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اردو ناول کی ابتدا مغربی ناول کے زیر اثر ہونے کے بعد بھی اپنے ابتدائی دور ہی سے مشرقی تہذیب و معاشرت نیز عصری مسائل کا عکاس رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نذیر احمد کے بعد اردو ناول نگاری کے میدان میں جن تخلیق کاروں

نے قدم رکھا انہوں نے بھی اردو ناول کو اپنے عہد کے تقاضوں سے پیوست کیا۔ان ناولوں نگاروں میں پنڈت رتن ناتھ سرشار،عبدالحلیم شرر اور مرزا محمد ہادی رسوا قابل ذکر ہیں۔

پنڈت رتن ناتھ سرشار نے اردو ادب کو 9 ناول دیے لیکن ان کے تین ناولوں ''فسانۂ آزاد، جام سرشار اور سیر کہسار'' کو خاصہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان تین ناولوں میں بھی سرشار کا جو سب سے اہم کارنامہ ہے وہ ''فسانۂ آزاد'' (1880) ہے۔سرشار کا یہ ناول اپنے منفرد اسلوب اور زبان و بیان کی وجہ سے خاصہ مقبول ہوا اور آج بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔سرشار نے اس ناول میں خاص طور پر کردار نگاری، منظر نگاری اور جزیات نگاری میں کمال فن کا مظاہر کیا ہے اور مجموعی طور پر ان کے ناولوں میں اودھ اور خاص طور پر لکھنوی تہذیب وتمدن کی عکاسی ملتی ہے۔سرشار کے بعد ناول کے سفر کو مزید آگے بڑھانے میں ایک اہم نام عبدالحلیم شرر کا آتا ہے۔عبدالحلیم شرر نے تاریخی واقعات کو اپنے ناولوں میں برتا۔ان کے تقریباً تمام ناول تاریخی واقعات پر مبنی ہیں۔شرر نے تقریباً 24 تاریخی ناول لکھے۔ان میں ''ملک العزیز ورجنا، منصور موہنا، فردوس بریں، فتح اندلس، ایام عرب، فلورا فلورنڈا، حسن انجلینا اور رومتہ الکبریٰ'' قابل ذکر ہیں۔شرر کے ان ناولوں میں ''فردوس بریں'' کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ''فردوس بریں'' پہلی بار 1899 میں شائع ہوا۔1899 ہی میں مرزا محمد ہادی رسوا نے ''امراؤ جان ادا'' لکھ کر اردو ناول کو ایک نئی سمت عطا کیا۔''امراؤ جان ادا'' کے علاوہ مرزا رسوا نے ''شریف زادہ، ذات شریف، آخری بیگم اور افشائے راز'' جیسے معاشرتی ناول لکھے۔

سرشار، شرر اور رسوا کے علاوہ بھی اس عہد میں بعض ایسے تخلیق کار گزرے جنہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا جوہر ناول نگاری کے میدان میں دکھایا لیکن انہیں وہ شہرت ومقبولیت نہ ملی جو ان تینوں کے حصے آئی۔ان تخلیق کاروں میں محمد علی طیب، نواب افضل الدین، سجاد حسین انجم کے علاوہ الطاف حسین حالی اور شاد عظیم آبادی ہیں۔الطاف حسین حالی نے ''مجالس النسا'' کے نام سے دو حصوں پر محیط ایک طویل قصہ لکھا جو ناول کے پیرائے میں ہے۔یہ ناول خالص اصلاحی ناول ہے جو تعلیم نسواں پر زور دیتا ہے۔اسی طرح شاد عظیم آبادی نے بھی 1876 میں ایک ناول ''صورت الخیال'' کے نام سے لکھا۔صورت الخیال کا موضوع بھی اصلاح معاشرہ ہے۔اسی کڑی میں سجاد حسین انجم، منشی سجاد حسین اور قاری سرفراز حسین کا بھی نام آتا ہے۔سجاد حسین انجم نے ''نشتر'' کے نام سے ایک ناول لکھا جو 1893 میں شائع ہوا۔وہیں منشی سجاد حسین نے ''حاجی بغلول، احمق الذی، کایا پلٹ اور میٹھی چھری'' کے نام سے چار ناول لکھے۔ان میں حاجی بغلول اور احمق الذی کو کافی پسند کیا گیا۔اردو ناول نگاری کی روایت میں منشی سجاد حسین کو مزاحیہ ناول کے بانی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔حالاں کہ اس سے قبل متعدد ناول نگاروں نے اپنے ناولوں کے ذریعے کئی ایسے کردار وضع کیے جو مزاحیہ کرداروں کے بہترین ترجمان ہیں۔تاہم اس طرز کو پورے ناول میں قائم رکھ پانے میں کسی نے کامیابی حاصل نہیں کی۔اس لیے منشی سجاد نے ''حاجی بغلول'' کی شکل میں جو مزاحیہ کردار اردو ناول کو دیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔

اسی طرح قاری سرفراز حسین نے بھی اردو ادب کو ''سعید، سعادت، شاہد رعنا، بہار عیش، خمار عیش، سراب عیش، اور سزائے عیش'' جیسے متعدد ناول دیے۔ان میں ''شاہد رعنا'' کے حصے میں جو مقبولیت آئی وہ کسی اور ناول کو حاصل نہیں ہوئی۔علامہ راشد الخیری نے بھی ناول نگاری کی شروعات کی۔ان کا پہلا ناول 1897-1896 میں ''صالحات'' کے عنوان سے شائع ہوا۔اس کے بعد تواتر سے ان کے متعدد ناول شائع ہوئے۔گویا اس طرح اردو ناول کا سفر انیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے شروع ہو کر مرزا ہادی رسوا کے ''امراؤ جان ادا'' اور راشد الخیری کے ''صالحات'' کے ساتھ اپنا ارتقائی سفر طے کرتا ہے۔بیسویں صدی کی ابتدا بھی راشد الخیری کے یکے بعد دیگرے شائع ہونے

والے ناولوں ''منازل السائرہ(1902)، صبح زندگی(1909)، شام زندگی(1917)، شب زندگی(1919)، نوحۂ زندگی(1927) وغیرہ سے ہوتی ہے۔ راشد الخیری کے ناولوں کا مرکزی موضوع تعلیم نسواں اور مشرق و مغرب کے تہذیبی اقدار کی کشاکش ہے۔ راشد الخیری نے گھریلو زندگی کے مختلف پہلوؤں کو المیاتی رنگ اور شدت جذبات کے ساتھ پیش کیا۔ اسی لیے انہیں مصورِ غم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے میں جو دیگر اہم ناول نگار سامنے آتے ہیں ان میں آغا شاعر، مرزا سعید، نیاز فتح پوری، کشن پرشاد کول، سجاد مرزا بیگ دہلوی اور ہمایوں مرزا وغیرہ ہیں۔ لیکن اس عہد میں جس نے اپنے ناولوں کے ذریعے شناخت قائم کی وہ منشی پریم چند تھے۔ پریم چند کا پہلا ناول ''اسرار معابد'' 1905 میں شائع ہوا۔ پریم چند نے اردو ناول کا رشتہ عام ہندوستانی شہریوں سے جوڑنے کا کام کیا۔ ان کے ناول خاص طور پر ہندوستان کی دیہی زندگی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے ناولوں میں کسانوں، مزدوروں اور معاشرے کے ستائے گئے لوگوں کا دکھ درد اور زمین داروں اور ساہوکاروں کے ظلم وستم نظر آتے ہیں۔ نیز پریم چند کے ناولوں میں اس وقت کا سماج، طبقاتی کشمکش اور معاشرتی ماحول کی جیتی جاگتی تصویر دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان کے ناولوں کا ہیرو تمام صفات اور اعلیٰ اقدار سے مزین کوئی نواب زادہ یا زمین دار طبقے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ایک عام انسان ہوتا ہے اور عام انسانوں کی طرح تمام طرح کی کمیاں اور خامیاں بھی رکھتا ہے۔ گویا اس طرح پریم چند نے اردو ناول کو حقیقی دنیا اور عام انسانوں سے متعارف کروانے میں اہم رول ادا کیا۔ پریم چند نے تقریباً ایک درجن سے زائد ناول لکھے جن میں اسرار معابد کے علاوہ ہم خرما و ہم ثواب، جلوہ ایثار(1912)، بیوہ (1912)، بازار حسن(1921)، گوشۂ عافیت(1928)، نرملا(1929)، غبن(1928)، میدان عمل(1936)، گؤدان(1936)، اور ''منگل سوتر''(1936) قابل ذکر ہیں۔

پریم چند کے بعد یعنی 1936 کے زمانے میں ادبی سطح پر ایک نیا انقلاب برپا ہوا جسے اردو ادب میں ترقی پسند تحریک سے موسوم کیا گیا۔ ترقی پسند تحریک کے آغاز نے خاص طور پر پورے افسانوی ادب کو خاصہ متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ 1936 کے بعد اردو ناول نگاری نے ترقی کی جو رفتار طے کی اس نے اردو ناول کی جڑیں مضبوط کر دیں۔ پریم چند کے بعد اور ترقی پسند تحریک سے قبل مزید جو تخلیق کار سامنے آئے ان میں عظیم بیگ چغتائی، مجنوں گورکھپوری، ل۔ احمد، اپندر ناتھ اشک، ظفر عمر، نذر سجاد، سغریٰ ہمایوں مرزا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ترقی پسند تحریک کی ابتدا کے ساتھ اردو ناول نگاری میں جو ایک ممتاز نام نظر آتا ہے وہ سجاد ظہیر کا ہے۔ سجاد ظہیر نے صرف ایک ناول ''لندن کی رات'' لکھا جو 1936 میں منظر عام پر آیا۔ اسے ناول کے بجائے ناولٹ کا نام بھی دیا گیا۔ ''لندن کی رات'' کے ذریعے سجاد ظہیر نے ''شعور کی رو'' کی تکنیک کو اردو ناول میں پہلی بار متعارف کرواتے ہیں۔ سجاد ظہیر کے ''لندن کی رات'' کے بعد اردو ناول میں جو نیا اضافہ ہوا ان میں عزیز احمد کا ''گریز، جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں'' کرشن چندر کا ''شکست، ایک گدھے کی سرگزشت، گدھے کی واپسی'' اور عصمت چغتائی کا ''ضدی، ٹیڑھی لکیر'' اہم ہیں۔ یہ تمام ناول 1947 سے قبل اور ترقی پسندی کے ابتدائی دور کے اہم ناولوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

15.3.2 1947 کے بعد اردو ناول

ہندوستان کی تاریخ میں سنہ 1947 کو ہم دو حوالوں سے یاد کرتے ہیں۔ وہ دو حوالے ہیں حصول آزادی اور تقسیم ہند۔ ملک آزاد ہوا تو ہمارے سامنے ایک ملک کی تعمیر کا خواب تھا اور فسادات کی ہولناکیاں بھی تھیں۔ ان حالات نے اردو ناول نگاری کو بھی متاثر کیا۔ 1947 کے فوراً بعد جن ناول نگاروں نے اردو ادب کو اہم ناول دیے ان میں احسن فاروقی کا شام اودھ(1948)، عزیز احمد کا ایسی بلندی ایسی پستی(1948) اور قرۃ العین حیدر کا ناول

میرے بھی صنم خانے(1948)'' ہیں۔ان ناولوں نے تقسیم ہند کے نتیجے میں ہندوستانی سماج ومعاشرت پر رونما ہونے والے اثرات کومختلف زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی۔ان تینوں ناولوں میں پرانی قدروں کے ٹوٹنے اور بکھرنے کے ساتھ نئی قدروں کے جنم لینے کی کہانی بیان کی گئی۔

اس عہد کوقراۃ العین حیدر کی شکل میں اردو کا بہترین ناول نگار میسر آتا ہے۔قرۃ العین نے نہ صرف اپنے عہد کے سماجی اور معاشرتی صورت حال کو پیش کیا بلکہ اپنے ناولوں کے کینوس پر تہذیب وثقافت کے مختلف رنگ بھرے۔ قرۃ العین حیدر نے اردو ناول کو اسلوب اور تکنیک کی نئی تازگی بھی بخشی۔ان کے دیگر ناولوں میں ''سفینۂ غم دل(1952)، آگ کا دریا(1959)، کار جہاں دراز ہے(1977)، آخر شب کے ہمسفر (1979)، گردش رنگ چمن(1988) اور چاندنی بیگم (1990) ''ہیں۔ان ناولوں میں ''آگ کا دریا'' نے کافی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔''آگ کا دریا'' میں ہندوستانی تاریخ کے چار مختلف ادوار کوڈھائی ہزار برسوں پر محیط کہانی کی شکل میں پیش کیا گیا۔اسی زمانے میں شوکت صدیقی نے ''خدا کی بستی''(1959) لکھ کر اردو ناول کو ایک نیا موڑ دینے کی کوشش کی۔1962 میں عبداللہ حسین نے بھی ''اداس نسلیں'' کے ذریعے تقسیم ہند کے اسی المیے کو ایک نئے رنگ ڈھنگ سے برتنے کی کوشش کی۔تو وہیں خدیجہ مستور نے بھی ''آنگن'' میں تقسیم سے متاثر ایک خوب صورت اور بھر پور متوسط مسلم خاندان کا المیہ پیش کیا۔اداس نسلیں کی اشاعت کے سات سال بعد یعنی 1969 میں حیات اللہ انصاری نے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم ناول ''لہو کے پھول'' لکھ کر ادبی حلقوں میں ہلچل مچادیا۔

سنہ 1960 کے بعد اور پھر ستر کی دہائی میں جمیلہ ہاشمی، ممتاز مفتی اور قاضی عبدالستار بالکل علیحدہ صف میں نظر آتے ہیں۔جمیلہ ہاشمی ''تلاش بہاراں(1961)'' لکھتی ہیں تو دوسری طرف ممتاز مفتی اپنے اکلوتے ناول ''علی پور کا ایلی''(1961) میں انسانی نفسیات کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس عہد میں قاضی عبدالستار کی انفرادیت اس طرح ہے کہ وہ اپنے متعدد ناولوں میں الگ الگ رنگ میں نظر آتے ہیں۔انہوں نے ایک طرف تاریخی ناول لکھے تو وہیں سوانحی اور معاشرتی ناول بھی لکھے۔ان کے اہم ناولوں میں شب گزیدہ(1966)، دارا شکوہ(1967)، صلاح الدین ایوبی(1968)، غالب(1986)، حضرت جان(1990)، اور خالد بن ولید(1995) ہیں۔جیلانی بانو نے اپنے ناول ''ایوان غزل''(1976) میں سقوط حیدرآباد کے تناظر میں تقسیم ہند کے المیے کو پیش کیا تو وہیں انتظار حسین نے ''بستی''(1980) اور ''تذکرہ'' (1987) کے ذریعے ہجرت کے کرب کو ناسٹلجیائی تکنیک میں قلم بند کیا۔

جدیدیت کا زمانہ قریب قریب 1960 سے 1980 کے درمیان کا ہے۔حالاں کہ اسّی کے بعد بھی جدیدیت کے اثرات نظر آتے ہیں۔جدیدیت کے رجحان کے تحت لکھے گئے ناولوں میں موضوع سے زیادہ تکنیک و اسلوب کے تجربے کیے گئے۔بعض ایسے بھی ناول لکھے گئے جن میں پلاٹ کو سرے سے مسترد کر دیا گیا اور بعض میں نہ کردار تھے اور نہ واقعے کی ترتیب۔ان ناولوں میں علامت نگاری سے زیادہ تجریدیت سے کام لیا گیا۔اس لیے جدیدیت کے زیر اثر لکھے گئے زیادہ تر ناول تجریدیت کا نمونہ بن کر رہ گئے۔لیکن وہیں کچھ اچھے ناول بھی سامنے آئے جن میں شفق کا ''کانچ کا بازیگر''(1982)، فہیم اعظمی کا ناول ''جنم کنڈلی''(1984) قابل ذکر ہیں۔عبدالصمد نے بھی اپنے ناول ''دو گز زمین(1988) کے ذریعے تقسیم ہند کے نتیجے میں ہندو پاک کے سماج و معاشرے کے اس طبقے کی کرب ناکی کو دکھایا ہے جہاں تہذیبی زوال اور اقدار کے بحران کی کہانی ہے۔ ''دو گز زمین'' کے علاوہ عبدالصمد کے دیگر ناولوں میں ''مہاتما''(1992)، خوابوں کا سویرا(1994)، مہا ساگر

(1999) اور دھمک (2004) ہیں۔ ''مہاتما'' ان کا ایک بالکل مختلف ناول ہے۔ ''خواب رو'' (1991) میں جوگندر پال نے بھی ہندو پاک کی اسی کہانی کو دہرایا جس کا منبع تقسیم اور ہجرت تھا۔

کچھ نئے لکھنے والوں نے بالکل نئے انداز اور نئے موضوعات کے ساتھ اردو ناول میں دستک دی۔ ان میں بانو قدسیہ نے ''راجہ گدھ'' (1981) میں انسانی رشتوں کو علامتی پیرائے میں لکھ کر حیران کیا تو وہیں غیاث احمد گدی نے ایک مختصر سے کینوس میں میاں بیوی کے رشتے کو ''پڑاؤ'' (1980) میں پیش کیا۔ اسی طرح صلاح الدین پرویز، جوگندر پال، غضنفر، پیغام آفاقی، حسین الحق، شموئل احمد، علی امام نقوی، الیاس احمد گدی، مشرف عالم ذوقی، سید محمد اشرف، ساجدہ زیدی، یعقوب یاور، شفق وغیرہ کے یہاں موضوع اور اسلوب کی سطح پر نئی تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ حسین الحق نے اردو کو تین ناول ''بولومت چپ رہو'' (1990)، ''فرات'' (1992) اور ''اماوس میں خواب'' (2017) دئے۔

اکیسویں صدی کی سیاست اور سیاست بازی کے نتیجے میں سماج و معاشرے کے سنگین حالات کو مشرف عالم ذوقی نے بھی اپنے متعدد ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے اہم ناولوں میں ''لے سانس بھی آہستہ (2011)، آتش رفتہ کا سراغ 2013) نالہ شب گیر (2015) '' ہیں۔ گویا اس طرح دیکھا جائے تو اردو ناول اپنے ابتدائی دور ہی سے اپنے سماجی، معاشرتی اور تہذیبی ماحول کو مختلف انداز میں پیش کرتا آیا ہے۔ اردو ناول کے ارتقائی سفر میں ہمیں اسلوب اور تکنیک کی رنگارنگی دیکھنے کو ملتی ہے تو وہیں زبان و بیان کے مختلف ذائقے کا احساس ہوتا ہے۔ یہ احساس پیغام آفاقی کے ناول ''مکان'' (1989) میں بھی شدت سے ہوتا ہے۔ مکان بنیادی طور پر ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جو تن تنہا اپنے دم پر پورے سرکاری سسٹم سے لڑتی ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اردو کا یہ نئے انداز کا ناول ہے۔ حال کے برسوں میں شائع ہونے والا ''پلیتہ'' (2011) ان کا ایک ضخیم ناول ہے۔ اردو ناول نگاری میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں ان تبدیلیوں کو فروغ دینے والوں میں الیاس احمد گدی ''فائر ایریا'' (1994) کے ذریعے، غضنفر ''پانی'' (1989) اور ''کینچلی'' (1992) مشرف عالم ذوقی ''نیلام گھر'' (1992) اور ''بیان'' (1995) اور علی امام نقوی ''تین بتی کے راما'' (1991) کے نام بہت اہم ہیں۔

ناول نگاری کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے آگے بڑھنے والوں میں رحمٰن عباس (خدا کے سائے میں آنکھ مچولی، ایک ممنوعہ محبت کی کہانی، روحزن)، ترنم ریاض (مورتی، برف آشنا پرندے)، خالد جاوید (نعمت خانہ، موت کی کتاب)، ثروت خان (پگ پھیرے، کڑوے کریلے)، آچاریہ شوکت خلیل (اگر تم لوٹ آتے)، صادقہ نواب سحر (کہانی کوئی سناؤ متاشا، جس دن سے)، بلند اقبال (ٹوٹی ہوئی دیوار)، نور الحسنین (تلک الیام) صدیق عالم (چینی کوٹھی، مرزبوم) محسن خان (اللہ میاں کا کارخانہ)، شبیر احمد (ہجور آما)، کے علاوہ کئی نوجوان قلم کاروں نے بھی ناول کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ انیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں اردو ناول نگاری کا آغاز ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اکیسویں صدی کی تیسری دہائی تک پہنچتا ہے۔ اس اکائی میں آپ نے اردو ناول کے آغاز و ارتقاء کا بھرپور جائزہ لیا۔

15.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- اردو کے پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد ہیں
- کن بنیادوں پر ''مراۃ العروس'' کو اردو کا پہلا ناول قرار دیا گیا

- سجاد ظہیر نے صرف ایک ناول ''لندن کی رات'' لکھا
- پنڈت رتن ناتھ سرشار نے اردو ادب کو 9 ناول دیے
- قاری سرفراز حسین نے اردو ادب کو 'سعید، سعادت، شاہد رعنا، بہار عیش، خمار عیش، سراب عیش' جیسے متعدد ناول دیے

15.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1- اردو کا پہلا ناول نگار کون ہے؟

2- شعور کی رَو کا استعمال پہلی بار کس ناول میں کیا گیا؟

3- ''مراۃ العروس'' کب شائع ہوا؟

4- نذیر احمد کے فوراً بعد اردو کے اہم ناولوں نگاروں میں کون کون ہیں؟

5- قاضی عبدالستار کے چند اہم ناولوں کے نام بتائیں؟

6- پریم چند کا پہلا ناول کب شائع ہوا؟

15.6 سوالات کے جوابات

1- اردو کا پہلا ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جن کا پہلا ناول ''مراۃ العروس'' 1869 میں شائع ہوا تھا۔

2- اردو ناولوں میں ''شعور کی رَو'' کی تکنیک پہلی بار سجاد ظہیر کے ناول ''لندن کی ایک رات'' میں استعمال کی گئی۔

3- اردو کا پہلا ناول ''مراۃ العروس'' 1869 میں شائع ہوا تھا۔

4- نذیر احمد کے فوراً بعد اردو ناول نگاروں میں رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، قاری سرفراز حسین، مرزا ہادی رسوا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

5- قاضی عبد الستار کے اہم ناولوں میں شب گزیدہ، دارہ شکوہ، صلاح الدین ایوبی، غالب، حضرت جان، اور خالد بن ولید ہیں۔

6- پریم چند کا پہلا ناول ''اسرار معابد'' 1905 میں شائع ہوا۔

15.7 فرہنگ

لفظ	معنی
مملو	بھرپور
عاری ہونا	خالی ہونا
مراۃ العروس	دلہن کا آئینہ
بنات النعش	سات ستاروں کا جھمکا، عقد ثریا

وصف	خوبی
تاجور	صاحب تاج، بادشاہ
اسلوب	طریقہ
تخلیق کار	لکھنے والا
منفرد	بالکل مختلف
پژمردہ	مرجھایا ہوا
مبرّا	خالی
وضع	بنانا
معابد	عبادت خانہ، معبد کی جگہ
اسرار	راز، بھید، پوشیدہ باتیں
بشارت	خوش خبری

15.8 کتب برائے مطالعہ

1۔	یوسف سرمست	بیسویں صدی میں اردو ناول	ترقی اردو بیورو، نئی دہلی	2000
2۔	ڈاکٹر سلیم محی الدین	اردو ناول: تنقید و تجزیہ	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2016
3۔	انور پاشا	ترقی پسند اردو ناول	پیش رو پبلی کیشنز، شاہین کالج، ذاکر نگر، نئی دہلی	1990
4۔	ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی	اردو ناول کے اسالیب	تخلیق کار پبلیشرز، نئی دہلی	2006
5۔	عظیم الشان صدیقی	اردو ناول آغاز وارتقا	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی	2008
6۔	ڈاکٹر محمد شاکر	اردو میں تاریخی ناول نگاری	کتابستان، مظفر پور، بہار	2003
7۔	مرتب: ڈاکٹر نعیم انیس	اکیسویں صدی میں اردو ناول	دی مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا	2016
8۔	سید علی کریم و ڈاکٹر عبدالحئی	فکر و تحقیق، ناول نمبر	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی	2016

اکائی 16 ترقی پسند ناول

ساخت

16.1 اغراض ومقاصد

16.2 تمہید

16.3 ترقی پسند ناول نگاری

16.3.1 نمائندہ ترقی پسند ناول نگار

16.4 آپ نے کیا سیکھا

16.5 اپنا امتحان خود لیجئے

16.6 سوالات کے جوابات

16.7 فرہنگ

16.8 کتب برائے مطالعہ

16.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- ترقی پسند اردو ناول نگاروں کے موضوعات کا جائزہ لیں گے
- ترقی پسند ناول نگاری کا آغاز وارتقاء دیکھیں گے
- نمائندہ اور اہم ترقی پسند ناول نگاروں کا مطالعہ کریں گے
- اہم ترقی پسند ناولوں کا جائزہ لیں گے

16.2 تمہید

سنہ 1936 میں شروع ہوئی ترقی پسند تحریک اردو ادب کی سب سے بڑی تحریک تھی۔ اردو زبان میں جدید شعرو ادب کا بیشتر ادبی ذخیرہ اسی تحریک کی پیداوار ہے۔ سنہ 1936 میں لکھنو میں جو پہلی کانفرنس ہوئی اس کی صدارت منشی پریم چند نے کی تھی۔ یعنی اردو اور ہندی کے مقبول ترین ناول نگار پریم چند نے۔ وہی پریم چند جنھیں ہندی ادب میں ''اُپنیاس سمراٹ'' یعنی ناول نگاری کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ترقی پسند تحریک نے اردو ناول نگاری کو کس قدر متاثر کیا ہوگا۔ اس تحریک نے شاعری، تنقید اور فکشن سبھی کو متاثر کیا لیکن اردو ناول نگاری میں ترقی پسند تحریک نے جو اثرات مرتب کئے وہ قابل دید ہے۔ اس سچائی سے انکار ممکن نہیں کہ اردو ناول نگاری کی تاریخ میں ترقی پسند ناول نگاروں کا رول بہت اہم رہا ہے۔

اردو ناول نگاری کے باب میں ڈپٹی نذیر احمد کے بعد پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر اور مرزا محمد ہادی رسوا سامنے آتے ہیں اور ان کے فوراً بعد کا زمانہ منشی پریم چند کا ہے۔ ترقی پسند ناول نگاروں نے پریم چند کی اس

روایت کو نہ صرف یہ کہ آگے بڑھایا بلکہ وقت اور زمانے کے ساتھ بدلتی ہوئی اقدار، زندگی کے نئے مسائل اور فن کی نت نئی راہوں کو اپنے فن میں سمو کر ایک نئی روایت قائم کی۔ اپنی فکر اور فن کے ذریعے ترقی پسند ناول نگاری کی بنیاد مستحکم کرنے والے ناول نگاروں میں سید سجاد ظہیر، حیات اللہ انصاری، سہیل عظیم آبادی، اپندر ناتھ اشک، کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، عصمت چغتائی، بلونت سنگھ، خواجہ احمد عباس، عزیز احمد، دیوندر ستیارتھی وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں کرشن چندر، منٹو، بیدی، عصمت چغتائی، حیات اللہ انصاری اور کو نمائندہ ترقی پسند ناول نگار قرار دیا جا سکتا ہے۔

16.3 ترقی پسند ناول نگاری

اردو فکشن کی دنیا میں منشی پریم چند کے بعد یعنی 1936 کے زمانے میں ادبی سطح پر ایک نیا انقلاب برپا ہوا جسے اردو ادب میں ترقی پسند تحریک سے موسوم کیا گیا۔ ترقی پسند تحریک کے آغاز نے خاص طور پر پورے افسانوی ادب کو خاصہ متاثر کیا۔ جن موضوعات، کردار اور سماج و ماحول کی بنیاد پریم چند رکھ گئے تھے ترقی پسندوں نے انہیں مزید توانائی بخشی۔ کیوں کہ یہ تمام چیزیں ترقی پسند تحریک کی روح میں اتری ہوئی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ 1936 کے بعد اردو ناول نگاری نے ترقی کی جو رفتار طے کی اس نے اردو ناول کی جڑیں مضبوط کر دیں۔

ترقی پسند تحریک کی ابتدا کے ساتھ اردو ناول نگاری میں جو ایک ممتاز نام نظر آتا ہے وہ سجاد ظہیر کا ہے۔ سید سجاد ظہیر ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔ سجاد ظہیر نے صرف ایک ناول ''لندن کی رات'' لکھا۔ سجاد ظہیر نے یہ ناول لکھ تو لیا تھا 1936 میں لیکن اس کی اشاعت 1938 میں ہوئی۔ یعنی ''لندن کی ایک رات'' لکھے جانے کے دو سال بعد منظر عام پر آیا۔ اس ناول کو نہ صرف ترقی پسند تحریک کے نظریات سے ہم آہنگ کر کے دیکھا گیا بلکہ اردو ناول نگاری کے میدان میں ایک نئی تکنیک کی گونج بھی اسی ناول کے ذریعے پہلی بار سنائی دیتی ہے۔ ناول کا اظہار بیان، نفسیاتی، سماجی اور طبقاتی کشمکش کا اظہار ایک نئے پیرائے میں کیا گیا۔ وقت کے بہاؤ کو انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کی ایک مختلف کیفیت کا اظہار کیا گیا۔ ''لندن کی رات'' کے ذریعے سجاد ظہیر ''شعور کی رو'' کی تکنیک کو اردو ناول میں پہلی بار متعارف کرواتے ہیں۔

سجاد ظہیر کے ''لندن کی رات'' کے بعد اردو ناول میں جو نیا اضافہ ہوا، ان میں عزیز احمد کا ''گریز، جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں''، کرشن چندر کا ''شکست، ایک گدھے کی سرگزشت، گدھے کی واپسی'' اور عصمت چغتائی کا ''ضدی، ٹیڑھی لکیر'' اہم ہیں۔ یہ تمام ناول 1947 سے قبل اور ترقی پسندی کے ابتدائی دور کے اہم ناولوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان میں کرشن چندر کا ناول ''شکست'' (1942)، عزیز احمد کا ناول ''گریز'' (1943) اور عصمت چغتائی کا ''ٹیڑھی لکیر'' (1945) نے کافی مقبولیت حاصل کی۔ بنیادی طور پر یہ ناول زندگی کے مختلف پہلوؤں کو انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کے آئینے میں پیش کرتے ہیں۔

ترقی پسندی کے ابتدائی دور میں لکھے گئے زیادہ تر ناول زندگی کے تلخ حقائق کو پیش کرتے ہیں۔ ان میں پہلی جنگ عظیم کی گونج مختلف طریقے سے سنائی دیتی ہیں اور اس کے اثرات انسانی زندگی پر کس کس طرح ثبت ہوئے، اس کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان ناولوں کے کرداروں میں سماجی ڈھانچے سے بے اطمینانی، ناآسودگی اور مذہبی و اخلاقی اقدار سے بیزارگی کی لہر بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ گویا یہ ناول اپنے عہد کے بدلتے حالات کے

ساتھ انسانی جذبات میں آنے والی تبدیلیوں کو مختلف طریقے سے پوٹریٹ کرتے ہیں۔

ترقی پسندی کا ایک دور 1947 کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حالاں کہ 1947 کے بعد ہندوستانی سماج و معاشرت میں کافی کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ انسانی مطالبات میں تبدیلی آئی۔ مختلف مذاہب کے مابین تعلقات میں تبدیلی آئی۔ نیز ہندوستان میں جغرافیائی سطح پر جو تبدیلی آئی ان سب نے دوسرے تمام شعبوں کی طرح ادب و ثقافت کو بھی متاثر کیا۔ تاہم ان تبدیلیوں کے ساتھ ترقی پسندی کا زور مزید توانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس عہد کے اردو ناول ان تبدیلیوں کے ساتھ خاص طور پر سماجی زندگی، ثقافتی اور تہذیبی سطح پر 1947 کے اثرات اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والے سماج کی ایک الگ تصویر پیش کرتے ہیں۔

16.3.1 نمائندہ ترقی پسند ناول نگار

نمائندہ ترقی پسند ناول نگاروں میں پریم چند، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، اپندر ناتھ اشک، عزیز احمد، حیات اللہ انصاری اور خواجہ احمد عباس کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے علاوہ بلونت سنگھ، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور وغیرہ کا نام بھی ترقی پسند ناول نگاروں کی فہرست میں شامل ہے۔ یہ وہ ناول نگار ہیں جنہوں نے پڑھنے والوں کے ایک وسیع حلقے میں مقبولیت بھی حاصل کی اور اپنے اپنے مخصوص انداز میں ناول کے فن کو کوئی نہ کوئی نئی چیز بھی دی۔ اس دور کی ناول نگاری میں مجموعی حیثیت سے تین خصوصیتیں نمایاں ہیں۔ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ناول نگار کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ ناول اور زندگی کی حقیقتوں میں ربط ہونا چاہئے اسی لئے انہوں نے اپنے ناولوں کے لئے زندگی کے اس مخصوص پہلو کا انتخاب کیا ہے جس کی جزئیات کا علم اسے سب سے زیادہ ہے اسی لئے منشی پریم چند کے ناول ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے الگ الگ دیہاتوں کے مصور اور ترجمان ہیں۔ کرشن چندر نے بہت کچھ لکھا ہے پھر بھی کشمیر کے متعلق سب سے زیادہ لکھا ہے کیونکہ کشمیر کے حالات اور وہاں کی زندگی سے وہ سب سے زیادہ واقف تھے۔ منٹو کی نظر سینکڑوں چیزوں پر تھی پھر بھی بمبئی اور بمبئی کی زندگی ان کا سب سے عزیز موضوع ہے۔ اشکؔ، بیدیؔ، حیات اللہ انصاری اور خواجہ احمد عباس شہری زندگی کے فکشن نگار ہوتے ہوئے بھی زندگی کے ایسے پہلوؤں کو اپنا موضوع بناتے ہیں جو ان کے مشاہدہ سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

سعادت حسن منٹو نے صرف ایک ناول لکھا ہے۔ حالانکہ ان کے افسانوں کی تعداد پونے تین سو کے قریب ہے۔ ان کا شمار صفحۂ اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بہت کم عمر سے ہی لکھنے کو اپنا مشغلہ بنالیا تھا۔ ان کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ گہرا تھا۔ انہوں نے افسانہ نگاری کی دنیا میں قدم رکھا تو پنجاب انقلابیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ یہ تحریک ان کے رگ وپے میں بھی سرایت کرگئی۔ انہوں نے مارکس کے نظریات اور گورکی کی تحریروں کا مطالعہ کیا اور ان دونوں سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے کچھ روسی کہانیوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ ان کی افسانہ نگاری کا اصل موضوع جنس ہے۔ جہاں تک ناول نگاری کا تعلق ہے تو منٹو نے ایک مختصر ناول ''بغیر عنوان کے'' لکھا جو اس قدر مختصر تھا کہ اسے ناولٹ یا طویل افسانہ قرار دیا گیا۔ اشاعتی ادارہ نفیس پاکٹ بکس نے اسی ناول کو ''پردے کے پیچھے'' کے عنوان سے شائع کیا جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ یہ منٹو کا دوسرا ناول ہے۔ ناول

لکھنے کے لئے جس طرح کی فرصت اور فراغت کی ضرورت ہے وہ منٹو کو میسر نہ تھی۔ منٹو کی طبیعت کی عجلت پسندی اور حالات کی ناسازگاری نے منٹو جیسے عظیم مصنف کو ناول لکھنے کی فرصت نہ دی۔ لیکن صرف ایک ناول ''بغیر عنوان کے'' لکھ کے منٹو نے ناول نگاری کے میدان میں بھی اپنی انفرادیت ثابت کردی ہے۔

اوپندر ناتھ اشک بھی منشی پریم چند کی طرح اردو اور ہندی میں یکساں طور پر مقبول تھے۔ اوپندر ناتھ اشک نے جب لکھنا شروع کیا تو تقریباً بیس سال تک وہ صرف اردو میں لکھتے رہے لیکن بعد میں ہندی میں بھی لکھنے لگے۔ اور اردو ہندی دونوں زبانوں میں یکساں طور پر مقبولیت حاصل کی۔ اوپندر ناتھ اشک منٹو کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے بہترین افسانے اور ناول لکھے۔ ممتاز ترقی پسند ناول نگاروں میں اوپندر ناتھ اشک کا شمار ہوتا ہے۔ اشک کے ناول ''ستاروں کے کھیل'' اور ''گرتی دیواریں'' کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اشک کا پہلا ناول ''ستاروں کے کھیل'' سنہ 1941 میں ساقی بک ڈپو دہلی سے شائع ہوا تھا۔ ''پتھر الپتھر'' ان کا پانچواں ناول تھا۔ جس میں کشمیر کے غریب اور مفلوک الحال گھوڑ وانوں کا درد بیان کیا ہے۔ کشمیر کی مشہور مرگ جھیل کے پس منظر میں لکھا گیا یہ ناول اردو کے علاوہ ہندی اور انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ ''گرم راکھ''، ''بڑی بڑی آنکھیں'' اوپندر ناتھ اشک کے دو ناول ہیں جنھیں خاطر خواہ پذیرائی نہیں ملی۔

راجندر سنگھ بیدی بھی ترقی پسند تحریک سے متاثر رہے۔ انہوں نے بھی غریب ومظلوم طبقے کی حمایت کی لیکن ترقی پسند تحریک کو انہوں نے کبھی اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا اس لئے بیدی کا فن کبھی پروپیگنڈہ نہیں بنا۔ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بیدی اپنے افسانوں اور ناولوں کا موضوع بناتے ہیں۔ علم نفسیات سے آگہی اور انسانی ذہن کی تہہ میں اتر جانا بیدی کا خاص وصف ہے۔ ان کے ناولوں کا موضوع حقیقی زندگی کے انسان ہیں جن کے دلوں میں طرح طرح کی آرزوئیں جنم لیتی ہیں مگر پوری نہیں ہو پاتیں۔ راجندر سنگھ بیدی کی زبان صاف ستھری، نکھری ہوئی اور غیر ضروری آرائش سے پاک ہوتی ہے۔ بیدی نے زیادہ تر چھوٹے چھوٹے گھریلو مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ ''ایک چادر میلی سی'' صرف ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل مختصر ناول ہے۔ اسے طویل افسانہ یا ناولٹ بھی کہا گیا۔ یہ سب سے پہلے رسالہ نقوش لاہور میں 1960 میں شائع ہوا۔ بیدی کے اس ناول کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہوا۔ اس ناول پر ہندی میں ایک فلم بھی بنی تھی۔ اس ناول پر بیدی کو ساہتیہ اکادمی انعام بھی ملا۔ راجندر سنگھ بیدی عورتوں کے نفسیاتی نباض ہیں مگر یہ الزام منٹو پر عائد کیا جاتا ہے انہوں نے زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو فکشن کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے افسانے ہوں یا ناول ان کے کردار حقیقی زندگی کے انسان ہیں، ان کے افسانوں اور ناول کا پلاٹ بہت منظّم اور گٹھا ہوا ہے کہ ایک لفظ بھی بیکار معلوم نہیں ہوتا۔

عزیز احمد کا شمار بھی ممتاز ترقی پسند ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک خلاق ذہن کے ادیب تھے۔ ان کی ناول نگاری کا دور 1931 سے 1966 تک ہے۔ اس درمیان انھوں نے آٹھ ناول اور چند ناولٹ لکھے۔ ان کے ناولوں میں جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں، گریز، شبنم، آگ، اور ایسی بلندی ایسی پستی کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ عزیز احمد کا مشہور زمانہ ناول ''جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں'' امیر تیمور کی حیات پر ہے۔ ناول ''گریز'' میں مشرقی ومغربی تہذیب کا تصادم ہے۔ ناول ''آگ'' کشمیر کے ڈوگرہ شاہی اور سرمایہ دارانہ نظام کو

اجاگر کرتا ہے۔ ناول ''شبنم'' ایک رومانی ناول ہے جسے انھوں نے اورنگ آباد دکن کے پس منظر میں لکھا ہے۔ عزیز احمد کا سب سے زیادہ مشہور ناول ہے ''ایسی بلندی ایسی پستی''۔اس ناول کا کینوس بہت وسیع ہے۔اس کی کہانی 1857 سے 1947 تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس ناول میں ریاست حیدر آباد کے شاہی نظام اور جاگیردارانہ ماحول کو بھی پیش کیا گیا ہے۔عزیز احمد کے اس ناول کا شمار اردو کے چند اہم ناولوں میں ہوتا ہے۔ ناول ''برے لوگ'' میں تقسیم ہند کے اثرات کو فنکاری سے پیش کیا ہے۔ ''تیری دلبری کا بھرم'' میں عزیز احمد نے برطانیہ میں مقیم تارکین وطن کے مسائل کو پیش کیا ہے۔

کرشن چندر کو بطور ناول نگار جو شہرت اور مقبولیت ملی وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ کرشن چندر کو ناول نگاری کے فن میں زبردست مہارت حاصل ہے۔شہر اور دیہات دونوں کی زندگیوں کا انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔انسان دوستی کا جذبہ ان کی تمام تخلیقات میں کارفرما ہے۔انسان کی امنگوں اور آرزوؤں سے وہ پوری طرح واقف ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں کہ کس طرح اس بے رحم دنیا میں انسان کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ یہ عرفان انہیں ترقی پسند تحریک سے حاصل ہوا اس لئے ان کے افسانوی ادب پر ایک طرف رومانیت کی چھاپ ہے تو دوسری طرف حقیقت پسندی کا گہرا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ان کے افسانوں اور ناولوں میں اگر کشمیر کا حسن جلوہ گر ہے تو وہاں کی غربت کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔کرشن چندر کے مقبول ترین افسانے اور ناول زیادہ تر کشمیر کے پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔کشمیر کے قدرتی مناظر اور وہاں کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ غربت کو بھی انہوں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔کرشن چندر نے کم و بیش پچاس ناول لکھے جن میں 'شکست' 'جب کھیت جاگے' ایک گدھے کی سرگزشت، پانچ لوفر، دادر پل کے بچے، اور زرگاؤں کی رانی کو کافی شہرت ملی۔کرشن چندر کا پہلا ناول ''شکست'' کا پس منظر کشمیر کی وادی ہے۔اس ناول میں کرشن چندر نے طبقاتی کشمکش اور مذہبی تنگ نظری کو نشانہ بنایا ہے۔

جن ترقی پسند ناول نگاروں نے اردو ناول پر ایک دائمی نقش چھوڑا ان میں ایک نمایاں نام عصمت چغتائی کا ہے۔ عصمت نے اپنے افسانوی ادب کے لئے ایک خاص میدان کا انتخاب کیا۔متوسط مسلمان گھرانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگی ان کے فکشن کا موضوع ہے۔اس محدود میدان میں انہوں نے انتہا درجے کی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ان گھرانوں کی اخلاقی، معاشی اور ذہنی زندگی کے تمام گوشے ان پر پوری طرح روشن ہیں اور وہ ان کی مکمل تصویر کشی کی غیر معمولی قدرت رکھتی ہیں۔اس طبقے کی جنسی زندگی سے گہری واقفیت رکھتی ہیں اور اسے بڑی بے باکی کے ساتھ پیش کر دیتی ہیں۔عصمت کی زبان بہت دلکش ہے عورتوں کی زبان پر انہیں بطور خاص مہارت حاصل ہے۔عصمت کا ناول ''ضدی'' ہو یا ''ٹیڑھی لکیر'' عورتوں کے مسائل ہی ان کے ناولوں کا موضوع بنتے ہیں۔ضدی اور ٹیڑھی لکیر کے علاوہ معصومہ اور ایک قطرہ خون کو بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔

سردار بلونت سنگھ کا شمار بھی اردو کے ممتاز ترقی پسند ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ پریم چند اور اوپندر ناتھ اشک کی طرح بلونت سنگھ بھی بنیادی طور پر اردو کے ہی ادیب تھے لیکن معاشی پریشانیوں کے سبب وہ ہندی میں لکھنے لگے تھے۔ان کا ناول ''رات، چور اور چاند'' وہ پہلا ناول ہے جس میں اینٹی ہیرو اردو ادب میں داخل ہوا۔ زیادہ تر پنجاب کے اکھڑ، سجیلے اور البیلے کردار بلونت سنگھ کے ناولوں میں نظر آتے ہیں۔ ''رات، چور اور چاند'' ایک ضخیم ناول ہے جسے بلونت سنگھ نے سنہ 1945 میں لکھنا شروع کیا اور سنہ 1948 میں مکمل کیا۔اس کے بعد ان کا دوسرا ضخیم ناول ہے ''کالے کوس''۔ اس کے علاوہ ایک معمولی لڑکی، عورت اور آبشار، اجالا اور نشی بھی ان کے مقبول ناول ہیں۔

ترقی پسند ناول نگاروں میں جنھیں ہر خاص وعام میں مقبولیت حاصل ہوئی ان میں خواجہ احمد عباس کا نام بھی شامل ہے۔ خواجہ احمد عباس کی شخصیت ہمہ جہت بھی ہے اور متضاد بھی، ان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں جن میں بڑی رنگارنگی ہے اور شخصیت کی یہ رنگینی ان کے ادبی وثقافتی کارناموں میں بھی نظر آتی ہے۔ انہوں نے تقریباً تمام نثری اصناف میں طبع آزمائی کی۔ فلمی کہانیاں لکھیں، ناول لکھے، ڈرامے، افسانے، سفرنامے اور خود نوشت سوانح لکھے۔ صحافی کی حیثیت سے بھی اپنی پہچان بنائی اور متعدد اخبارات کے لئے زندگی بھر کالم لکھتے رہے۔ فکشن کی دنیا میں بھی انہوں نے کافی شہرت حاصل کی۔ خواجہ احمد عباس کا ذہن اپنے ہم عصر ترقی پسندوں میں شاید سب سے زیادہ انقلابی تھا اسی لئے اکثر مقام پر انہوں نے فن پر فکر کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے نظریات کی ترسیل کے لئے افسانے اور ناول لکھے۔ خواجہ احمد عباس نے مفلسی، بے روزگاری اور استحصال کو موضوع بنایا ہے۔ جہاں تک خواجہ احمد عباس کی ناول نگاری کا تعلق ہے تو ڈاکٹر غلام حسین کے اس ایک اقتباس سے ان کی ناول نگاری کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

> ''دراصل خواجہ احمد عباس بنیادی طور پر فلمساز ہیں۔ وہ اپنی فلموں کے لئے کہانیاں لکھتے تھے جسے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ ناول کی شکل میں پیش کر دیتے تھے۔ ان کے زیادہ تر ناول اسی نوعیت کی ہیں۔ ان کے ناولوں کو پڑھتے وقت قاری کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ قلم فنکار کے ہاتھ میں ہے اور دماغ اسکرین پر ہے۔ اس کے علاوہ صحافتی انداز بیان کا رنگ ان کے ناولوں پر غالب ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے ناول فنی بلندیوں تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔''

خواجہ احمد عباس نے ناول نگاری کی ابتدا 1942 میں اپنے ناول ''انقلاب'' سے کیا لیکن یہ ناول آزادی کے بہت بعد منظر عام پر آیا۔ اور اردو میں تو یہ ناول 1975 میں شائع ہوا۔ انقلاب کے علاوہ شیشے کی دیواریں، میرا نام جوکر، بمبئی رات کی باہوں میں، سات ہندوستانی، فاصلہ، چار دل چار راہیں، دو بوند پانی، رقص کرنا ہے اگر، تین پہیے اور دنیا بھر کا کچرا، چار یار، اور ساحل اور سمندر وغیرہ ناول خواجہ احمد عباس نے لکھے۔

16.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- سعادت حسن منٹو نے صرف ایک ناول لکھا ہے
- منٹو، بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، حیات اللہ انصاری، اور خواجہ احمد عباس نمائندہ ترقی پسند ناول نگار ہیں
- اردو ناول نگاری کے باب میں ڈپٹی نذیر احمد کے بعد پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر اور مرزا محمد ہادی رسوا سامنے آتے ہیں
- ناول ''شبنم'' ایک رومانی ناول ہے جسے عزیز احمد نے اورنگ آباد دکن کے پس منظر میں لکھا ہے
- سجاد ظہیر نے صرف ایک ناول ''لندن کی رات'' لکھا

16.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ ''شعور کی رَو'' کی تکنیک کو اردو ناول میں کس نے متعارف کرایا؟

2۔ ''رات، چور اور چاند'' کس کا ناول ہے اور کب لکھا گیا؟

3۔ اردو کے پانچ بڑے ترقی پسند ناول نگاروں کے نام بتائیں۔

4۔ خواجہ احمد عباس نے انقلاب کے علاوہ اور کون سے ناول لکھے؟

5۔ ناول ''جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں'' کا موضوع کیا ہے؟

16.6 سوالات کے جوابات

1۔ ''لندن کی رات'' کے ذریعے سجاد ظہیر ''شعور کی رو'' کی تکنیک کو اردو ناول میں پہلی بار متعارف کرواتے ہیں۔

2۔ ''رات، چور اور چاند'' ایک ضخیم ناول ہے جسے بلونت سنگھ نے سنہ 1945 میں لکھنا شروع کیا اور سنہ 1948 میں مکمل کیا۔

3۔ اردو کے پانچ بڑے ترقی پسند ناول نگار ہیں۔ کرشن چندر، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، اوپندر ناتھ اشک اور خواجہ احمد عباس۔

4۔ انقلاب کے علاوہ شیشے کی دیواریں، میرا نام جوکر، بمبئی رات کی باہوں میں، سات ہندوستانی، فاصلہ، چار دل چار راہیں، دو بوند پانی، رقص کرنا ہے اگر، تین پہیے اور دنیا بھر کا کچرا، چار یار، اور ساحل اور سمندر وغیرہ ناول خواجہ احمد عباس نے لکھے۔

5۔ عزیز احمد کا مشہور زمانہ ناول ''جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں'' امیر تیمور کی حیات پر ہے۔

16.7 فرہنگ

لفظ	معنی
فردوس	جنت
دشت	جنگل، صحرا
رخش	گھوڑا، رستم کا گھوڑا
سوسن	آسمانی رنگ کا ایک پھول
فحش	بیہودہ بات، قابل شرم بات
عریانی	ننگا ہونا، برہنگی
افسانہ	داستان، جھوٹی بات، طویل بات
رجعت	واپسی، عود،
رخنہ	چھید، سراخ

نسواں	عورتیں، بیویاں
ان داتا	اناج پیدا کرنے والا، کسان
ہتک	رسوائی، بے حرمتی، بے عزتی
اختصار	مطلب کو تھوڑے لفظوں میں بیان کرنا
اجزائے ترکیبی	ٹکڑے جن سے مل کر کوئی چیز بنی ہو
اسلوب	طریقہ، طرز، روش
دوآتشہ	تیز و تند
عنوان	سرخی، سرنامہ
مکالمہ	گفتگو، ہم کلامی،
زماں	وقت، زمانہ، ساعت
نشست	بیٹھک، صحبت
جوارش	ہاضمے کی ایک خوش ذائقہ دوائی
شکست	ہار، مات، ٹوٹ پھوٹ

16.8 کتب برائے مطالعہ

1۔	ڈاکٹر حیات افتخار	اردو ناولوں میں ترقی پسند عناصر	نسیم بک ڈپو، جی بی مارگ، لکھنؤ	1988
2۔	ڈاکٹر غلام حسین	خواجہ احمد عباس ایک مطالعہ	شعبۂ اردو، مادھو کالج، اجین، مدھیہ پردیش	2003
3۔	پروفیسر صغیر افراہیم	اردو افسانہ ترقی پسند تحریک سے قبل	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	2009
4۔	عزیز احمد	ترقی پسند ادب	چمن بک ڈپو، اردو بازار، دہلی	1948
5۔	خلیل الرحمٰن اعظمی	اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	2002
6۔	علی سردار جعفری	ترقی پسند ادب	انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ	1957
7۔	مولانا محمد مصطفی اشرفی	آب رواں	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2009
8۔	پروفیسر قمر رئیس	ترقی پسند ادب: پچاس سالہ سفر	نیا سفر پبلی کیشنز، دہلی	1987
9۔	ڈاکٹر سلیم محی الدین	اردو ناول: تنقید و تجزیہ	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2016
10۔	پروفیسر علی کریم (مدیر)	فکر و تحقیق، ناول نمبر	این سی پی یو ایل، نئی دہلی	2016
11۔	سلیمان اطہر جاوید	عزیز احمد کی ناول نگاری	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1986

اکائی 17 تقسیم ہند اور اردو ناول

ساخت

17.1 اغراض و مقاصد

17.2 تمہید

17.3 تقسیم ہند اور اردو ناول

17.3.1 اردو ناول پر تقسیم ہند کے اثرات

17.3.2 تقسیم ہند پر لکھے گئے اردو ناولوں کا جائزہ

17.4 آپ نے کیا سیکھا

17.5 اپنا امتحان خود لیجیے

17.6 سوالات کے جوابات

17.7 فرہنگ

17.8 کتب برائے مطالعہ

17.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی میں آپ

- تقسیم ہند کے بنیادی اسباب سے واقف ہوسکیں گے
- تقسیم ہند کے سماج اور معاشرے پر اثرات سے واقف ہوں گے
- تقسیم ہند سے متعلق اردو ناولوں سے متعارف ہوں گے
- تقسیم ہند سے متعلق تحریر کیے گئے اردو ناولوں کے موضوعات و مسائل سے آگاہ ہوسکیں گے

17.2 تمہید

انسانی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا ہے۔ برصغیر میں تقسیم ہند اسی طرح کا ہی ایک اہم واقعہ ہے۔ اس ایک واقعے اور حادثے نے ملک و معاشرے کی بنیادوں کو تہہ و بالا کر دیا۔ اس حادثے سے تہذیب و معاشرت، خاندان و گھربار نیز انسانی وجود کو وہ کاری ضرب لگی جس کی دھمک برسوں سے سنائی دے رہی ہے۔ اس حادثے کے اثرات سیاسی سطح پر ہی ظاہر نہیں ہوئے بلکہ ہندوستان کے تمام تر ادب اور بالخصوص اردو ادب پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اردو کہانیوں اور ناولوں میں اس المیے کو پیش کرنے کی کوشش ہمارے بیشتر ادبا نے کی جن میں چند ادیبوں نے اس حادثے پر ایسے فن پارے پیش کیے جن کو پڑھ کر تقسیم اور اس کے بعد کے حالات و کوائف سے مکمل آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے اور ایک سبق میں ہم ان تمام ناولوں پر بات نہیں کر سکتے جن میں تقسیم سے متعلق منظر نامہ خلق کیا گیا ہے۔ اسی لیے ذیل میں ہم تقسیم ہند سے متعلق چند اہم اردو ناولوں کا جائزہ لیں گے۔

17.3 تقسیم ہند اور اردو ناول

17.3.1 اردو ناول پر تقسیم ہند کے اثرات

تقسیم ہند کا المیہ اس وقت پیش آیا جب ہمیں 1947 میں آزادی نصیب ہوئی۔ ہمارے مجاہدین آزادی نے جب انگریزوں کو سرزمین ہند سے واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا تو انہوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی اپنائی اور تقسیم کا ایسا بیج بویا جس کا خمیازہ برصغیر کی ایک بڑی آبادی کو بھگتنا پڑا۔ یہاں تقسیم کے پیچھے کے اسباب و عوامل پر تفصیلی گفتگو کی گنجائش نہیں البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ وہ حادثہ تھا جس نے ہندوستان کے بھائی چارے کو فرقہ پرستی کا چادر اوڑھا دی جس کے نتیجے میں ایسے فسادات اور خونریز مناظر دیکھنے کو ملے جن کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ اس تقسیم کے سبب برسوں کی دوستیاں ختم ہوئیں، ایک ہی گھر کے افراد مختلف خانوں میں بٹ گئے، ہندوستانیت کا وہ تصور اپنی چمک کھونے لگا جس میں ہندو مسلم سکھ عیسائی کے بھائی چارے اور اتحاد کے گن گائے جاتے تھے۔ پاکستان کے ہندو ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے اور ہندوستان کے مسلمان پاکستان کی جانب کوچ کرنے لگے۔ نقل مکانی کے اس سفر میں لاکھوں جانوں کا اتلاف ہوا اور آزادی کا وہ خواب چکنا چور ہو گیا جس کے لیے بزرگوں نے ایک ساتھ مل کر کوششیں کی تھیں۔ تقسیم ہند کے المیے سے برصغیر کی سماجی، سیاسی، تہذیبی، اقتصادی اور مذہبی زندگی غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ ادب اور ادب تخلیق کرنے والوں پر بھی تقسیم ہند کا گہرا اثر مرتب ہوا جس کا اظہار ان کی تخلیقات میں نظر آتا ہے۔ اردو، انگریزی، ہندی، بنگالی اور پنجابی فکشن نگاروں نے تحریک آزادی، تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے جملہ مسائل کو تاریخی اور سیاسی تناظر میں پیش کیا ہے۔ خصوصاً اردو ناول نگاروں نے دوسری زبانوں کے تخلیق کاروں کی بہ نسبت تقسیم ہند کے اسباب و نتائج اور مسائل کی عکاسی زیادہ وسعت اور تنوع کے ساتھ کی ہے۔ رامانند ساگر، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، عبداللہ حسین، کرشن چندر، حیات اللہ انصاری، انتظار حسین، جمیلہ ہاشمی، قدرت اللہ شہاب، عبدالصمد، ظفر پیامی جیسے اردو فکشن نگاروں نے تقسیم کے اس کرب کو اپنے ناولوں میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان ناول نگاروں نے ہجرت و نقل مکانی کے دوران رونما ہونے والے مذہبی تشدد اور فرقہ وارانہ فسادات، زوال پذیر مشترکہ خاندانی اقدار و روایات اور جاگیردارانہ تہذیب و تمدن کی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ دیگر کربیہہ مسائل کی ترجمانی کی ہے۔ راج بہادر گوڑ نے آزادی، تقسیم ہند، فسادات اور ترقی پسندوں پر ان کے اثرات سے متعلق سجاد ظہیر کے حوالے سے لکھا ہے:

> ''آزادی کے ساتھ ہی تقسیم ہند اور اس کے متعلق فسادات کے المیے نے ترقی پسند لکھنے والوں کے سامنے نئے مسائل کھڑے کر دئے۔ انہوں نے آزادی کا جو تصور اپنے ذہن میں بنا رکھا تھا یہ آزادی اس پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی تھی۔ سماجی ڈھانچے میں جس تبدیلی کے خواب دیکھے گئے تھے وہ ابھی دسترس سے باہر نظر آتی تھی۔ یہ ''سحر'' تو تھی مگر ''شب گزیدہ'' تھی، فسادات نے جو المیہ پیش کیا، انسانی تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ پنجاب جو پانچ دریاؤں کا مغرور علاقہ تھا اب دو میں تقسیم تھا اور خون کا ''چھٹا دریا'' ان دونوں پنجابوں کے بیچ میں حائل ہو گیا تھا۔ ترقی پسند لکھنے والوں نے اس المیے پر خوب لکھا اور انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ دیا۔''

سجاد ظہیر، روشنائی، ص 24، پرائم ٹائم پبلی کیشنز، لاہور 2006

17.3.2 تقسیم ہند پر لکھے گئے اردو ناولوں کا جائزہ

ذیل میں ہم تقسیم ہند سے متعلق لکھے گئے چند اہم اردو ناولوں کے بارے میں تفصیلی گفتگو کر رہے ہیں۔

''اور انسان مر گیا''، تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھا گیا پہلا اہم ناول ہے۔ اس ناول کے مصنف رامانند ساگر ہیں۔ انہوں نے اس ناول میں لاہور اور امرتسر کے فرقہ وارانہ فسادات کو پیش کیا ہے۔ ہندو قوم اور مسلم سماج کے درمیان فساد کی آگ نے جو انتشار اور بے چینی پیدا کی تھی اسے اس ناول میں بخوبی پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول کا مقدمہ خواجہ احمد عباس نے لکھا ہے۔ اس ناول سے متعلق بہت سے ناقدین کا یہ خیال ہے کہ رامانند ساگر نے مولانا، آنند، نرملا اور کشن چند کے اردگرد جو کہانی بنی ہے اس میں غیر جانبدارانہ رویہ برقرار نہیں رکھ سکے ہیں۔ حالانکہ ناول کے ابتدائی حصے میں انہوں نے حقائق کی عمدہ تصویر کشی ہے۔

تقسیم ہند کے تناظر میں دوسرا اہم ناول قرۃ العین حیدر کا ''میرے بھی صنم خانے'' ہے۔ یہ ناول 1949 میں منظر عام پر آیا۔ یہ ناول انگریزوں کے دور میں جاگیر دار طبقے کی خوشحالی اور اس کے بعد اس کی بدحالی کی تصویر پیش کرتا ہے۔ کنور عرفان علی کے خاندان کے زوال کی داستان جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کی تصویر پیش کرتی ہے۔ اس کہانی کے دیگر افراد میں پولو، رخشندہ، سلیم، قمر آرا، کرن، لالہ اقبال نرائن وغیرہ اہم ہیں۔ ناول نگار نے آزادی اور تقسیم کے پس منظر میں مسلم لیگ اور کانگریس جیسی سیاسی پارٹیوں کے رویے کی جھلک پیش کی ہے ساتھ ہی ساتھ کنور عرفان علی کے خاندان کے زوال کی داستان رقم کرتے ہوئے دراصل اس تہذیب کے خاتمے پر ماتم کیا ہے، جو صدیوں میں تشکیل پائی تھی جس میں ہندو مسلمان برابر کے شریک تھے۔ ناول نگار نے فیض آباد، اودھ اور لکھنؤ کی اس تہذیبی فضا اور مشترکہ کلچر کے تباہ و برباد ہونے پر دکھ کا اظہار کیا ہے جو ہندو روایات اور مسلم شناخت کی امین تھی۔ خود قرۃ العین حیدر نے اس ناول کو ہندوستان کی تقسیم کے پاداش میں ہزاروں انسانوں کے خون ناحق کا المیہ قرار دیا ہے۔

تقسیم ہند کے حوالے سے قرۃ العین حیدر کا ناول ''آگ کا دریا'' بھی انتہائی اہم ہے۔ اس ناول میں مصنفہ نے ہندوستان کی ڈھائی ہزار سالہ قدیم تہذیبی تاریخ کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس ناول میں ورق ورق تاریخ کے سربستہ راز کھلتے نظر آتے ہیں۔ مذہبی، تہذیبی اور سیاسی صورتحال میں ہونے والی تبدیلیوں اور قوموں کے عروج و زوال کی کہانیاں ملتی ہیں۔ اسی سلسلے میں انگریزوں کا دور حکومت آتا ہے اور پھر حکمرانی ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں آتی ہے لیکن اس کی تہذیبی وراثت اور مذہبی شراکت داری کا بٹوارہ ہو چکا ہوتا ہے۔ تقسیم کا فیصلہ سیاسی افراد کرتے ہیں اور دربدر عوام ہوتے ہیں۔ ہجرت اور نقل مکانی کی صعوبتیں مجبور ولاچار انسانیت بھوگتی ہے۔ ناول نگار نے دراصل اپنے ناول میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا محض سرحدیں کھڑی کر دینا اور زمینوں کو تقسیم کر دینا ہی سیاست کا فرض ہے یا پھر وہ اس کی پاداش میں عوام کے سامنے پیدا ہونے والے حالات اور ان کی راحت کا سامان مہیا کرنے کی بھی ذمہ دار ہے اور اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے انہوں نے ڈھائی ہزار سالہ قدیم تاریخی و تہذیبی زندگی کو ''آگ کا دریا'' میں سمیٹ دیا ہے۔ گوتم، کمال، ہری شنکر، چمپا، طلعت، روشن، زرینہ، ساجدہ، فیروزہ، روزمیری، سرل ایشلے، ہریش رائے وغیرہ اس ناول کے اہم کردار ہیں۔ یہ ناول 1959 میں شائع ہوا۔

قرۃ العین حیدر کے ناول ''آخر شب کے ہم سفر'' میں بھی تقسیم ہند کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ ناول 1979 میں شائع ہوا۔ دیپالی سرکار، روزی بنرجی، اومارائے، جہاں آراء، یاسمین مجید، بلمونٹ، ناصرہ نجم السحر، شہزاد

جیسے اہم کرداروں کے اردگرد خلق کیا گیا یہ بیانیہ بنگال کی دہشت پسند اور انقلابی تحریک سے شروع ہوتا ہے اور آخر میں قیام بنگلہ دیش کے رسمی سے تذکرے پر ختم ہوتا ہے۔

اردو فکشن کی تاریخ میں کرشن چندر کا نام اپنی امتیازی شناخت رکھتا ہے۔تقسیم ہند کے موضوع پر ان کا اہم ناول ''غدار'' 1960ء میں منظر عام پر آیا۔تقسیم ہند کے المیے پر مبنی یہ ناول ہجرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے وحشت ناک مناظر پیش کرتا ہے۔''مٹی کے صنم'' اور ''میری یادوں کے چنار'' بھی تقسیم ہند کے موضوع پر ان کے اہم ناول ہیں۔ناول ''غدار'' کا منظر نامہ مغربی پنجاب کی سرزمین سے تعلق رکھتا ہے۔اس ناول کا آغاز پنجاب کے لالہ گاؤں سے ہوتا ہے جو سوبھا سنگھ اسٹیشن کے قریب ہے۔یہ گاؤں ناول کے مرکزی کردار بیج ناتھ کا ننھیال ہے۔اس ناول میں تقسیم کے زیر اثر ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات اور ہجرت کے المیے کو انتہائی موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اگست 1947 میں رونما ہونے والے ہولناک واقعات، ہجرت کے کرب و مصائب اور قتل و غارت گری کی تصویر اس ناول میں دیکھنے کو مل سکتی ہے۔اس ناول میں پنجاب کے کسانوں کی زندگی، جاگیردار طبقے کے مظالم، مزدوروں و غریبوں کی بدحالی اور شکست خوردگی وغیرہ سب کچھ ہے۔ اس ناول میں مختلف مذاہب اور مختلف قوم و ملت کے لوگوں کی نمائندگی ملتی ہے۔اس ناول میں کسی خاص سیاسی نظریے یا کسی مخصوص مکتبہ فکر کا دخل نہیں ہے۔ناول نگار نے آفاقی اور انسانی قدروں کے تناظر میں ان المناک مسائل کی ترجمانی کی ہے۔یہی اس ناول کی انفرادیت ہے۔اس ناول کا اختتام انسانیت کے پیغام کے ساتھ ہوتا ہے۔وہ ان فسادات کے ذکر کے پس پردہ انسان کے دل میں محبت، اخوت اور امن و آشتی کی شمع روشن کرنا چاہتے ہیں۔اس ناول میں پیر قلندر شاہ، بلو، بیج ناتھ، شاداں، امتیاز، پاروتی جیسے اہم کرداروں کے علاوہ کئی دیگر نوجوان بھی کردار ہیں۔ناول نگار نے ان کرداروں کے توسط سے اس عہد کی کشمکش کو شدت سے پیش کیا گیا ہے۔

تقسیم ہند کے موضوع پر لکھنے والوں میں خدیجہ مستور کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ان کا پہلا ناول ''آنگن'' 1962 میں اور دوسرا ناول ''زمین'' 1980 میں شائع ہوا۔یہ دونوں ناول تقسیم ہند کے اسباب و محرکات اور نتائج کے داخلی و خارجی پہلوؤں کو تاریخی اور سیاسی حقائق کی روشنی میں قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ان دونوں ناولوں میں ہمیں ٹوٹتے بکھرتے انسانی رشتوں، اخلاقی و تہذیبی بحران اور سیاسی و معاشرتی زوال کی تصویر دیکھنے کو ملتی ہے۔آنگن میں اتر پردیش کے ایک متوسط مسلم گھرانے کی کہانی بیان کی گئی ہے۔اس کہانی کے سہارے مشترکہ خاندان کے ٹوٹنے بکھرنے کے عمل کے ساتھ پیدا ہونے والے متعدد مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ تحریک عدم تعاون اور فرقہ وارانہ کشیدگی کی جھلکیاں اس ناول میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔تقسیم ہند کے سبب کیسے گھروں کے آنگن بٹ گئے اور لوگوں کے درمیان کس قدر دوریاں پیدا ہوئیں اس کا اندازہ اس ناول کی قرأت سے لگایا جاسکتا ہے۔خدیجہ مستور کے اس ناول کے اہم کرداروں میں بڑے چچا، عالیہ اور اس کے والدین، تہمینہ، چھمی، جمیل، صفدر، نجمہ، کریمن بوا، اسرار میاں اور شکیل وغیرہ اہمیت رکھتے ہیں۔ عالیہ ناول کی ہیروئن ہے۔

عبداللہ حسین اردو کے چند اہم ادیبوں میں شامل ہیں۔ان کا ناول ''اداس نسلیں'' 1962 میں شائع ہوا۔یہ ناول مشرقی پنجاب اور دہلی کے درمیانی علاقے کے دو خاندانوں کی زندگی کو پیش کرتا ہے۔ پروفیسر قمر رئیس کے مطابق 'اداس نسلیں' پہلا ناول ہے جو جنگ عظیم اول سے لے کر ہندوستان کے بٹوارے تک انگریزی سامراج کی سیاسی ریشہ دوانیوں، تحریک آزادی اور اس تحریک میں کسان و مزدور طبقے کے کردار و حیثیت کو پنجاب کے ایک کسان کے نقطۂ نگاہ سے پیش کرتا ہے۔اس لحاظ سے ناول کا پلاٹ وسیع ہے البتہ ناول کے آخری کے دو عنوانات

یعنی بٹوارہ اور اختتامیہ تقسیم ہند،ہجرت اور فسادات کے دردناک واقعات پر مشتمل ہیں۔اس ناول میں ہجرت اور مذہبی قتل وغارت گری کے دل سوز واقعات پیش کیے گئے ہیں۔عبداللہ حسین نے نعیم، عائشہ، بانو،علی اور کمال جیسے کرداروں کے ذریعہ تقسیم اور ہجرت کے جملہ حالات ومسائل کی تصویرکشی کی ہے۔ناول کا ہیرونعیم اور دوسرے کردار ایک قافلے میں شامل ہوکر پاکستان کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔یہ قافلہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہجرت کے دردوغم اور مصائب ومشکلات کی صاف شفاف اور حقیقی تصویریں ابھرتی ہیں۔اس ناول میں جہاں جاگیردارانہ نظام،شہری ودیہی زندگی کو پیش کیا گیا ہے وہیں ہندوستان کے سیاسی ماحول کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ناول نگار نے بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ جاگیردار تو اپنا سرمایہ کھوکر بھی حاصل کرلیتا ہے مگر ہندوستان کے وہ مزدور کسان، جو ہجرت پر مجبور ہوئے، پاکستان میں بھی اپنی حیثیت قائم کرنے میں ناکام رہے۔

شوکت صدیقی کا ناول 'خدا کی بستی' بھی تقسیم ہند کے پس منظر میں خلق کیا گیا ہے۔انہوں نے اپنے اس ناول میں تقسیم کے بعد لاہور اور کراچی میں وجود میں آنے والی نئی بستیوں کو تفصیل سے موضوع بحث بنایا ہے۔اس ناول میں سماج کے مختلف طبقوں کی حیرت افزا تصویرکشی ملتی ہے۔وہ پاکستان جو مملکت خداداد کی صورت وجود میں آیا تھا وہاں کے معاشرے میں اقتصادی مسائل، بھوک، افلاس، دربدری، بے روزگاری، خودغرضی ومکاری، زرپرستی اور ہوس پرستی کی جو صورتحال ہے، اس کا احاطہ اس ناول میں بڑی فنکاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ناول نگار نے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ اگر تقسیم کا حادثہ پیش نہ آیا ہوتا اور بسی بسائی دنیا اجاڑ کر نئی بستی نہ بسائی گئی تو ممکن ہے کہ ناول میں مذکور کرداروں کے حالات ویسے نہ ہوتے جیسے ہیں۔

'تلاش بہاراں'تقسیم ہند کے موضوع پر لکھا گیا ناول ہے۔اس کی اشاعت 1962 میں ہوئی۔ جمیلہ ہاشمی کے اس ناول کا آخری حصہ ہندوستان کی آزادی، مسلم لیگ اور کانگریس کے سیاسی اختلافات، قیام پاکستان، تقسیم ہند اور فرقہ وارانہ فسادات پر مشتمل ہے۔ناول کا آغاز اصلاح نسواں اور فلسفۂ حیات سے ہوتا ہے تاہم جلد ہی اس کا رخ سیاست کی طرف مڑتا ہے اور پھر سماج کی عکاسی ہوتی ہے۔کمل کماری اس ناول کا اہم کردار ہے۔

حیات اللہ انصاری کا طویل ناول لہو کے پھول اس ضمن میں اپنی اہمیت رکھتا ہے۔اس ناول کا زمانہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آغاز سے لے کر چھٹی دہائی کے آغاز تک تقریباً چالیس برس پر محیط ہے۔ یہ وہ دور ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں انتہائی ہنگامہ خیز رہا ہے۔بیسویں صدی کے واقعات، اعلیٰ طبقے کی زندگی، دیہی وشہری مسائل، ہندوستان کے بدلتے حالات، ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل، جنگ آزادی میں ان کا حصہ، ہندو پاک کے تعلقات، مسلمانوں کے تئیں اکثریت کا بدلتا رویہ، ان کی معاشی بدحالی، آزادی کے بعد کی افراتفری سب کچھ اس ناول میں انتہائی دیانتداری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔یہ ناول 2600 صفحات پر مشتمل ہے جو حیات اللہ انصاری کا انتہائی اہم کارنامہ ہے جس کے لیے انہیں 1970 میں ساہتیہ اکادمی انعام سے بھی نوازا گیا تھا۔

انتظارحسین کے ناولوں میں بھی تقسیم کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ان کے ناول 'چاند گہن' میں دہلی کی اجڑتی فضا اور تبدیل ہوتی سماجی زندگی کے ساتھ ساتھ نئے سیاسی نظام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اسی سلسلے میں آزادیٔ ہند اور تقسیم، ہجرت اور پاکستان کے قیام کے بعد وہاں کی ابتدائی بدانتظامی کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔اسی طرح ان کے ناول 'بستی' میں ہجرت، مشرقی پاکستان کی تقسیم اور قیام بنگلہ دیش پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کشمیری لال ذاکر نے 'کرماں والی' نام سے ایک ناول لکھا جس کی اشاعت 1981 میں ہوئی۔ یہ ناول تقسیم ہند

اور قیام بنگلہ دیش کو الگ ڈھنگ سے پیش کرتا ہے۔ اس ناول میں تقسیم ہند، ہجرت، مہاجر کیمپوں کی پریشانیاں، خوراک کی قلت، پاکستان میں جائداد اور مکان کا الاٹمنٹ جیسے مسائل کے ساتھ ساتھ دونوں ملکوں کی تہذیب و تمدن کو پیش کیا گیا ہے۔ البتہ اس ناول میں تقسیم بطور المیہ پیش کیا گیا ہے لیکن قتل و غارت کی فضا خلق نہیں کی گئی ہے۔

ظفر پیامی کا ناول 'فرار' تقسیم ہند کے موضوع پر لکھے گئے ناولوں میں انفرادی شناخت رکھتا ہے۔ اس کی اشاعت 1986 میں ہوئی۔ بظاہر اس ناول کا موضوع تقسیم ہے لیکن اس میں فرقہ وارانہ تشدد اور ہجرت کے مسائل پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے بلکہ اس ناول میں ہندو پاک کی تقسیم اور پھر قیام بنگلہ دیش کے تناظر میں تینوں ملکوں کے فوجیوں اور صحافیوں کی زندگی اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ تقسیم کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کی ذہنی کیفیت اور دونوں ملکوں کی آپسی جنگوں سے پیدا ہونے والا معاشی بوجھ جیسے مسائل کو ناول میں بخوبی پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول کے اہم کرداروں میں افتخار حسین ہاشمی عرف تاری، آفتاب چودھری، سحر ہاشمی، کیول کوہلی شامل ہیں جبکہ ان کے علاوہ کنول نرائن، کوکب مرزا، شہنشاہ بھائی، مسز چغتائی معاون کرداروں میں شامل ہیں۔

عبدالصمد کا ناول ''دو گز زمین'' برصغیر کی تقسیم کے متعلقہ مسائل کی ترجمانی میں اعتبار کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ناول 1988 میں شائع ہوا۔ یہ ناول تحریک خلافت سے شروع ہو کر سقوط ڈھاکہ اور قیام بنگلہ دیش تک کے مختلف واقعات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس ناول میں تقسیم ہند، قیام پاکستان اور سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں ٹوٹتی بکھرتی تہذیبی روایات، زوال پذیر جاگیردارانہ اقدار، ہجرت در ہجرت، اخلاقی پستی، سیاسی انتشار اور معاشرتی بحران کو ایک نئے تیور اور منفرد انداز فکر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول میں تقسیم کے گوناگوں مسائل خصوصاً مسلمانوں کی سماجی، سیاسی، تہذیبی اور اقتصادی شکست وریخت کی حقیقی ترجمانی کی گئی ہے۔

ان ناولوں کے علاوہ اور بھی کئی ناول ہیں جو تقسیم اور فسادات کے موضوع پر لکھے گئے ہیں۔ ایم اسلم کا 'رقص ابلیس'، نسیم حجازی کا 'خاک وخون'، رشید اختر کا 'پندرہ اگست'، رئیس احمد جعفری کا 'مجاہد'، قیس رام پوری کا 'خون بے آبرو' اور 'فردوسی'، قدرت اللہ شہاب کا 'یا خدا' وغیرہ ایسے ناولوں میں اہم ہیں البتہ 'یا خدا' کے علاوہ بیشتر ناول جذبات کی رو میں بہہ کر تحریر کیے گئے ہیں جن میں جانبداری کا واضح احساس ہوتا ہے۔

17.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے

- تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں پیدا ہونے والی صورت حال سے واقفیت حاصل کی
- تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھے گئے ناولوں سے آشنائی حاصل کی
- تقسیم ہند سے متعلق اہم ناولوں کے بارے میں قدرے تفصیلی معلومات حاصل کی
- تقسیم ہند سے متعلق اہم ناولوں کے موضوعات اور ان میں پیش کردہ مسائل سے آشنا ہوئے

17.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1 تقسیم ہنداوراس کے بعد کے حالات سے متعلق اپنی معلومات درج کیجیے۔

2 ادیبوں پر تقسیم ہند کے اثرات کی وضاحت کیجیے۔

3 تقسیم ہند پر ناول لکھنے والے چند اہم اردو ادیبوں کے نام بتائیے۔

4 رامانند ساگر کے ناول 'اور انسان مر گیا' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

5 تقسیم ہند پر لکھے گئے اہم ناول 'غدار' کے بارے میں تفصیل سے بتائیے۔

6 تقسیم ہند کے ان چند ناولوں کے نام بتائیے جن میں مصنفین کا جذباتی رویہ جھلکتا ہے۔

17.6 سوالات کے جوابات

1 تقسیم ہند کا المیہ اس وقت پیش آیا جب ہمیں 1947 میں آزادی نصیب ہوئی۔ ہمارے مجاہدین آزادی نے جب انگریزوں کو سرزمین ہند سے واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا تو انہوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی اپنائی اور تقسیم کا ایسا بیج بویا جس کا خمیازہ برصغیر کی ایک بڑی آبادی کو بھگتنا پڑا۔ یہ وہ حادثہ تھا جس نے ہندوستان کے بھائی چارے کو فرقہ پرستی کا چادر اوڑھا دی جس کے نتیجے میں ایسے فسادات اور خونریز مناظر دیکھنے کو ملے جن کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

2 ادب اور ادب تخلیق کرنے والوں پر بھی تقسیم ہند کا گہرا اثر مرتب ہوا، جس کا اظہار ان کی تخلیقات میں نظر آتا ہے۔ اردو، انگریزی، ہندی، بنگالی اور پنجابی فکشن نگاروں نے تحریک آزادی، تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے جملہ مسائل کو تاریخی اور سیاسی تناظر میں پیش کیا ہے۔ ناول نگاروں نے ہجرت و نقل مکانی کے دوران رونما ہونے والے مذہبی تشدد اور فرقہ وارانہ فسادات، زوال پذیر مشترکہ خاندانی اقدار و روایات اور جاگیردارانہ تہذیب و تمدن کی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ دیگر کربیہ مسائل کی ترجمانی کی ہے۔

3 رامانند ساگر، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، عبداللہ حسین، کرشن چندر، حیات اللہ انصاری، انتظار حسین، جمیلہ ہاشمی، قدرت اللہ شہاب، عبدالصمد، ظفر پیامی جیسے اردو فکشن نگاروں نے تقسیم کے اس کرب کو اپنے ناولوں میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

4 ''اور انسان مر گیا'' تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھا گیا پہلا اہم ناول ہے۔ اس ناول کے مصنف رامانند ساگر ہیں۔ انہوں نے اس ناول میں لاہور اور امرتسر کے فرقہ وارانہ فسادات کو پیش کیا ہے۔ اس ناول کا مقدمہ خواجہ احمد عباس نے لکھا ہے۔

5 کرشن چندر کا اہم ناول ''غدار'' 1960ء میں منظر عام پر آیا۔ تقسیم ہند کے المیے پر مبنی یہ ناول ہجرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے وحشت ناک مناظر پیش کرتا ہے۔ اس کا منظر نامہ مغربی پنجاب کی سرزمین سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ناول کا آغاز پنجاب کے لالہ گاؤں سے ہوتا ہے جو سوبھا سنگھ اسٹیشن کے قریب ہے۔ یہ گاؤں ناول کے مرکزی کردار بیج ناتھ کا ننہیال ہے۔ اس ناول میں تقسیم کے زیر اثر ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات اور ہجرت کے المیے کو انتہائی موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ناول نگار نے آفاقی اور انسانی قدروں کے تناظر میں ان المناک مسائل کی ترجمانی کی ہے۔ یہی اس ناول کی انفرادیت ہے۔

6 ایم اسلم کا رقص ابلیس، نسیم حجازی کا خاک وخون، رشید اختر کا پندرہ اگست، رئیس احمد جعفری کا مجاہد، قیس رام پوری کا 'خون بے آبرو' اور 'فردوسی'، قدرت اللہ شہاب کا 'یا خدا' وغیرہ ایسے ناولوں میں اہم ہیں البتہ یا خدا کے علاوہ بیشتر ناول جذبات کی رو میں بہہ کر تحریر کیے گئے ہیں جن میں جانبداری کا واضح احساس ہوتا ہے۔

17.7 فرہنگ

لفظ	معنی
خمیازہ	سزا، بدلہ، نتیجہ
اتلاف	نقصان، بربادی
خونریز	خون بہانے والا، سفاک، ظالم
اقتصادی	معاشی، مالیاتی
تنوع	قسم قسم کا ہونا، رنگ برنگ ہونا، بوقلمونی
نقل مکانی	ہجرت، غیر ملک میں بسنا، رہائش گاہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنا
تمدن	رہنے سہنے کے خاص طریقے، طرز معاشرت
کریہہ	برا، بھدا، گھناؤنا، بھونڈا
منطبق	مطابق کیا گیا، چسپاں، ایک دوسرے پر ٹھیک ٹھیک آنے والا
سحر	سویرا، صبح
پاداش	صلہ، بدلہ، عوض، مکافات، سزا
صعوبتیں	مصیبتیں، دشواریاں، آفات
توسط	ذریعہ، وسیلہ
افلاس	تنگ دستی، غریبی، کنگالی، محرومی، مالی محتاجی

17.8 کتب برائے مطالعہ

1۔ اسلم آزاد	آزادی کے بعد اردو ناول	ڈی لکس پریس، نئی دہلی	1993
2۔ عقیل احمد	اردو ناول اور تقسیم ہند	ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1987
3۔ ڈاکٹر خالد اشرف	برصغیر میں اردو ناول	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1994
4۔ ڈاکٹر یوسف سرمست	بیسویں صدی میں اردو ناول	ترقی اردو بیورو، نئی دہلی	1995

اکائی 18 اردو ناول آزادی کے بعد

ساخت

18.1 اغراض ومقاصد
18.2 تمہید
18.3 اردو ناول آزادی کے بعد
18.3.1 آزادی کے بعد اردو ناول کا منظر نامہ
18.3.2 آزادی کے بعد اردو ناول نگاری کا جائزہ
18.4 آپ نے کیا سیکھا
18.5 اپنا امتحان خود لیجیے
18.6 سوالات کے جوابات
18.7 فرہنگ
18.8 کتب برائے مطالعہ

18.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- آزادی کے بعد کے حالات سے واقف ہوسکیں گے
- آزادی کے بعد ناول کے موضوعات ومسائل سے واقف ہوں گے
- آزادی کے بعد لکھے گئے اردو ناولوں سے متعارف ہوں گے
- آزادی کے بعد کے اہم ناولوں کی تفصیل سے آگاہ ہوسکیں گے

18.2 تمہید

ہندوستان کی تاریخ میں آزادئ ہند کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔اس آزادی نے ہندوستانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستانی تہذیب ومعاشرت، دل ودماغ اور اندازفکر کو نئی جہت عطا کی۔ آزادی نے ہندوستان میں ایک نئے نظام حیات کو فروغ دیا جس کے سبب جاگیردارانہ نظام کو اپنے آخری دن دیکھنے پڑے۔قدیم قدروں کی بنیادیں متزلزل ہوئی اور نئی قدروں نے پنپنا شروع کیا۔تقسیم ملک کے حادثے نے پورے معاشرے کو بھیانک اور خوفناک حالات سے دوچار کیا۔کشت وخون کی ہولی کھیلی گئی۔انسانیت نے مصیبتیں جھیلیں مگر پھر زندگی نے رفتار بھی پکڑی۔نظریات وروایات کے معانی تبدیل ہوئے اور قدیم وجدید اقدار میں ٹکراؤ نے انسانی جذبات ومحسوسات کو نیا رنگ وروپ عطا کیا۔ادبا وشعرا نے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا اور اس عہد کی عکاسی میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو صرف کیا۔اس سے پہلے سبق

میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح ہمارے ادیبوں نے تقسیم وطن کے بعد پیدا ہونے والے منظر نامے کو اپنی تحریروں میں جگہ دی ہے۔ تقسیم ہند کو موضوع بنانے والے ناولوں کا مطالعہ ہم پچھلے سبق میں کر چکے ہیں اس لیے اس سبق میں ہم آزادی کے بعد لکھے گئے اہم ترین ناولوں پر اپنی گفتگو مرکوز رکھیں گے۔

18.3 اردو ناول آزادی کے بعد

18.3.1 آزادی کے بعد اردو ناول کا منظر نامہ

آزادی کے بعد کے مشہور ناول نگاروں کی اگر فہرست سازی کی جائے تو ان میں عزیز احمد، کرشن چندر، عصمت چغتائی، رامانند ساگر، احسن فاروقی، اختر اورینوی، قرۃ العین حیدر، شوکت صدیقی، ممتاز مفتی، جمیلہ ہاشمی، راجندر سنگھ بیدی، خدیجہ مستور، عبداللہ حسین، رضیہ فصیح احمد، قاضی عبدالستار، انتظار حسین، عبداللہ حسین، جوگندر پال بانو قدسیہ، انیس ناگی وغیرہ کے نام سامنے نظر آتے ہیں۔ اس نسل کے بعد ناول نگاروں کی جو کھیپ سامنے آئی اور جنہوں نے آزادی کے بعد اردو ناول کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ان میں شفق، عبدالصمد، غضنفر، پیغام آفاقی، حسین الحق، سید محمد اشرف، علی امام نقوی، گیان سنگھ شاطر، مظہر الزماں خاں، الیاس احمد گدی، شموئل احمد، مشرف عالم ذوقی، شمس الرحمٰن فاروقی، مستنصر حسین تارڑ، مرزا اطہر بیگ، محمد عاصم بٹ وغیرہ اہم ہیں۔ ان میں سے بعض کا قلم اب بھی جوان ہے۔

بلاشبہ آزادی کے بعد ناول کی صنف کو اعتبار ملا۔ 1947 میں آزادی کے ساتھ ساتھ تقسیم کا سانحہ پیش آنے کے سبب ابتدائی برسوں میں اس کے اثرات اردو ناول پر نظر آتے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں آزادی کے بعد لکھے گئے ناولوں کا ایک حصہ ایسا ہے جس میں تقسیم ہند سے پہلے اور بعد کے چند برسوں میں پیش آنے والے فسادات، اس کے نتیجے میں انسانی زندگی کو درپیش پریشانیاں، ٹوٹتی بکھرتی گنگا جمنی تہذیب، ثقافتی قدروں اور سماجی تانے بانے کے بکھراؤ کی تصویر کشی ملتی ہے۔ (اس سے پہلے سبق میں ہم نے ایسے ہی ناولوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اس لیے یہاں ہم ان ناولوں سے صرف نظر کرنے کی کوشش کریں گے۔) تاہم رفتہ رفتہ سماجی زندگی، قوم و ملک کی سیاسی صورت حال، قدیم تہذیب کی مٹتی ہوئی قدریں، ماضی کے تاریک و روشن پہلو ہماری ناولوں کا حصہ بننے لگے اور اس صنف میں سماجی، تہذیبی اور سیاسی زندگی کی ایسی تصویریں کھینچی گئیں جن میں معاشرتی کرب و انبساط، دکھ سکھ، طرز زندگی، انداز فکر اور بدلتی ہوئی نفسیات کی حقیقت پسندانہ جھلک نظر آتی ہے۔ موضوعاتی سطح پر آنے والی تبدیلیوں نے اسلوب فن میں بھی نئے پن کو راہ دی۔ کرداروں کے بدلتے مزاج اور رویے کی شناخت ان ناولوں کے بیانیے میں آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ نورالحسن صدیقی نے بجا لکھا ہے:

> ''ہیئت اور طرز فکر یا زندگی کے مختلف پہلوؤں سے جدید انسان کے مخصوص ذہنی اور جذباتی روابط میں تبدیلیوں سے قطع نظر زمان و مکان کے تصور اور کردار نگاری کے عام معیاروں میں تبدیلیاں بھی 1947 کے بعد کے ناولوں میں نمایاں ہوئی ہیں۔ اس تصور نے کہ وقت ایک اکائی ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا، پلاٹ کے تصور کو یکسر بدل دیا۔ اسی کے ساتھ کردار نگاری کا روایتی انداز بھی ختم ہو گیا۔''
>
> بحوالہ ماہنامہ آج کل، دہلی، پبلی کیشنز ڈویژن، نئی دہلی، جون 1972

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

18.3.2 آزادی کے بعد اردو ناول نگاری کا جائزہ

ایک مختصر سے سبق میں آزادی کے بعد لکھے گئے سبھی ناولوں کا جائزہ لینا مشکل ہے۔تاہم ذیل میں ہم آزادی کے بعد شائع ہونے والے اہم ناولوں کے بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

عزیز احمد کا شمار اردو ادب کے صف اول کے تخلیق کاروں میں ہوتا ہے۔ان کے چھ ناول اور تین ناولٹ ہوس،مرمر اور خون،آگ،مثلث ،گریز،ایسی بلندی ایسی پستی اور جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں شائع ہوئے۔ان میں بیشتر کی اشاعت آزادی کے بعد ہوئی ہے۔آخر الذکر تینوں ناولوں پر خوب بحثیں ہوئیں۔عزیز احمد کا امتیازی وصف یہ رہا کہ ان کے یہاں موضوعات میں تنوع ہے۔کارل مارکس کے اشترا کی نقطہ نظر،فرائڈ کی نفسیاتی تحلیل اور اسلامی نقطۂ نظر نے ان کے فکر وخیال کو نئی بلندی عطا کی۔ان کا رنگ اپنے متقدمین سے الگ نظر آتا ہے۔

آزادی کے بعد اردو ناول کی تاریخ میں قرۃ العین حیدر امتیازی شناخت رکھتی ہیں۔انہوں نے اردو ناول کو فکری بلندی، فنی رفعت اور فلسفیانہ گہرائی و گیرائی سے روشناس کرایا ہے۔ان کے یہاں فکر و فلسفے کا متناسب امتزاج نظر آتا ہے۔انہوں نے آٹھ ناول تحریر کیے۔

قرۃ العین حیدر کا پہلا ناول ''میرے بھی صنم خانے'' ہے۔بعض نقادوں نے اسے آٹو بائیگرافیکل کہا ہے تو کچھ نے اسے 'فیملی ساگا' کا نام دیا ہے۔اس ناول کا تانا بانا اودھ کے ایک بڑے زمیندار گھرانے کے اردگرد بنا گیا اور غیر منقسم ہندوستان کی جنگ آزادی کے آخری دور سے لے کر تقسیم ہند کے فوراً بعد آزادی کے ابتدائی عہد تک کے ماحول کو پیش کیا گیا ہے۔'سفینۂ غم دل' قرۃ العین حیدر کا دوسرا اہم ناول ہے۔اس ناول کا ماحول و معاشرہ اور باشندے سب کچھ پہلے ناول جیسے ہی ہیں۔

'آگ کا دریا' آزادی کے بعد شائع ہونے والا اہم ناول ہے۔اس ناول کا پلاٹ ہندوستان کی ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جس میں قدیم عہد کا سراغ لگانے سے لے کر جدید عہد تک کی ترجمانی ملتی ہے۔ناول کا آغاز ٹی ایس ایلیٹ کی نظم The Waste Land سے ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وقت ایک آگ کا دریا ہے جس کے سامنے بنی نوع انسان ایک کمزور، بے بس تنکے کی مانند ہے۔قرۃ العین حیدر کا یہ ناول چوتھی صدی کے ہندوستان کے تاریخی پس منظر سے 1947 تک کا سفر طے کرتا ہے۔اور اس پورے عرصے میں وقت کا جبر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود ہے۔ناول نگار نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ وقت ایک خوفناک آندھی ہے یا پھر ایسی قوت ہے جس کی زد میں آنے والے تہہ و بالا اور تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔الغرض یہ کہ 'آگ کا دریا' کا کینوس انتہائی وسیع اور اس کی ہیئت و ٹیکنیک منفرد اور تخیل آفریں ہے۔ ہندوستان کی ڈھائی ہزار سال کی تاریخ و تہذیب اور اس کے سماجی، سیاسی، ثقافتی، معاشرتی، مذہبی اور تہذیبی پہلوؤں کا اتنا وسیع، تفصیلی، دلچسپ اور بصیرت افروز مطالعہ ہمیں کسی اور ناول میں نہیں ملتا۔

قراۃ العین حیدر کا ایک اور اہم ناول 'آخر شب کے ہم سفر' ہے۔یہ وہ ناول ہے جس پر قرۃ العین حیدر کو ہندوستان کا سب سے بڑا ادبی اعزاز گیان پیٹھ ایوارڈ ملا۔ وقت کی بالادستی، انسانی خوابوں، امیدوں اور آرزوؤں کی

شکست و ریخت اس ناول کا بنیادی موضوع ہے۔ ناول کا پس منظر بنگال میں کمیونسٹ تحریک کا آغاز و انجام ہے۔اس ناول میں قرۃ العین حیدر کا فن اپنے کمال کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔منظر کشی،مکالمہ نگاری، زبان و اسلوب یا پھر کرداری نگاری؛ جس بھی پہلو کو دیکھیں تو فن ناول نگاری پر قرۃ العین حیدر کی دسترس کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کا ناول 'کار جہاں دراز ہے' تین حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک سوانحی ناول ہے۔اس میں انہوں نے اپنی زندگی کے کئی ذاتی گوشوں پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔'گردش رنگ چمن' قرۃ العین حیدر کے مقبول ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نیم دستاویزی ناول ہے اور قدیم و جدید کے درمیان کشمکش اس کا موضوع ہے۔قرۃ العین حیدر کا آخری ناول 'چاندنی بیگم' ہے۔ انسانی زندگی کے نشیب و فراز، رنج و غم،امیدیں، امکانات، وقت اور اس کی زد میں آ کر رنگ بدلنے والی انفرادی و اجتماعی زندگی، انسانی آرزوؤں اور تمناؤں کی بے ثباتی ناول کے موضوعات ہیں۔ یہ ناول کولاژ کی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔قرۃ العین حیدر نے اپنے ادبی سفر میں کئی ناول اور ناولٹ تحریر کیے جن میں بیشتر وقت کے جبر، انسان کی بے چارگی، تنہائی، ہجرت، جلاوطنی، احساس ناکامی اور خواتین کے مقدر و حالات کو موضوع بنایا۔البتہ جو مقبولیت اور پہچان 'آگ کا دریا' کو ملی، وہ کسی اور ناول کے حصے میں نہیں آئی۔

عصمت چغتائی نے افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ ناول نگاری کی طرف بھر پور توجہ دیا اور اپنے ادبی سفر کے دوران انہوں نے تقریباً دس طویل و مختصر ناول تحریر کیے ہیں۔عصمت کے پہلے دو ناول 'ضدی' 1940 اور 'ٹیڑھی لکیر' 1944 کی اشاعت آزادی سے قبل ہو چکی تھی۔آزادی کے بعد عصمت کا تیسرا ناول 'معصومہ' منظر عام پر آیا اس کی اشاعت 1961 میں ہوئی۔معصومہ بمبئی کے ماحول پر لکھا گیا ناول ہے جس میں ایک معصوم لڑکی کی تباہی و بربادی کی داستان رقم ہے۔اس میں فلمی دنیا کے افراد، فلم نگری کے کارنامے اور سرمایہ داروں کی ذہنی و فکری عکاسی ملتی ہے۔عصمت نے بمبئی کی زبان اور فلمی ماحول کی اچھی عکاسی کی ہے۔ساتھ ہی ساتھ اس ناول میں مسلمان متوسط طبقے کی معاشی و اقتصادی زبوں حالی کا بیان بھی نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔عصمت نے اس ناول میں عورت کی بے بسی اور مجبوری کا فائدہ اٹھانے والے باثروت افراد پر طنز اور ان کے خلاف احتجاج کیا ہے۔اس ناول میں فکری و فنی کی پختگی کا احساس بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں جذباتیت کے ساتھ ساتھ بالغ نظری کا عنصر بھی ملتا ہے۔دولت، شہرت، عزت، خوراک اور جنس کی بھوک کو ناول کے پلاٹ میں بخوبی پیش کیا گیا ہے اور یہ بتانے کی سعی کی گئی ہے کہ انسانی نفسیات کے بیشتر خرابیوں کا سبب بھوک ہے۔

'دل کی دنیا' ایک سماجی ناول ہے۔اس ناول میں جنسی جذبات اور ضروریات کا بیان خوب ہوا ہے۔عصمت چغتائی کا ایک اور ناول 'باندی' ہے۔ یہ ناول سماجی موضوع پر ہے اور اس میں نوابوں کے عہد کی تصویر کشی کی گئی ہے جہاں عورت کا وجود نوابوں کی جنسی تسکین اور ان کی خدمت گزاری کرنا تھا۔اس ناول میں غریبوں کی زندگی کے مختلف مناظر اور باثروت و مالدار لوگوں کی پر تعیش زندگی کے رنگا رنگ نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں جس سے سماج میں عدم مساوات کی لکیریں واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔عصمت کا ایک ناول 'سودائی' ہے جو 1964 میں منظر عام پر آیا۔ یہ ایک کمرشیل ناول ہے کیونکہ اسے فلمی تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر تحریر کیا گیا تھا۔یہی نہیں بلکہ تحریری طور پر شائع ہونے سے قبل اس پر ایک فلم 'بزدل' بن چکی تھی۔

'جنگلی کبوتر' عصمت کا ایک نفسیاتی ناول ہے۔اس میں انہوں نے مرد و عورت نیز میاں بیوی کی نفسیاتی کشمکش کو پیش کرنے میں انتہائی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔'ایک قطرہ خون' 1975 میں منظر عام پر آیا۔ یہ عصمت کا ایک

دلچسپ اورانوکھا ناول ہے۔ یہ ناول کربلا کے واقعات پر مشتمل ہے۔کربلا کی کہانی عصمت نے میر انیس کے مرثیوں سے اخذ کی ہےاوران تمام تاریخی واقعات کوناول کے پیرایۂ بیان میں رقم کر دیا ہے۔مختلف مرثیوں میں کربلا کے واقعات ملتے ہیں البتہ یہاں ان واقعات میں ایک تسلسل نظر آتا ہے۔اسی لیے قاری اس ناول میں حد درجہ دلچسپی محسوس کرتا ہے۔

آزادی کے بعد منظر عام پر آنے والے ناولوں میں ایک ناول 'شام اودھ' ہے جس کے خالق احسن فاروقی ہیں۔ یہ ناول اودھ کی زوال آمادہ تہذیب اور قدروں کو بیان کرتا ہے۔ناول مکالماتی اسلوب میں ہے اور ناول کے تمام صفحات پر ہمدردیوں اورحسرتوں کی پر چھائیاں نظر آتی ہیں۔ناقدین فن نے اس ناول کوخوب سراہا ہے۔اسلم آزاد نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ 'شام اودھ سرشار کے ناولوں کے بعد پہلا ناول ہے جس میں اس مذکورہ معاشرت کی حسین مصوری کی گئی ہے اوراس کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔' احسن فاروقی نے کئی اور ناول لکھے۔'ماشاءاللہ سے ایم اے تک'، 'زلفیں اورزنجیریں'، 'سنگم'، 'آبلہ دل کا'، 'دل کے آئینے میں'، 'رہ ورسم آشنائی' وغیرہ ان کے اہم ناولوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اختر اور ینوی ہمارے مایہ ناز افسانہ نگاروں میں شامل ہیں۔انہوں نے ایک ناول 'حسرت تعمیر' کے نام سے لکھا ہے جس میں انہوں نے زندگی کی مسرتوں اور محرومیوں، زندگی کی تبدیلیوں اور عہد وسماج کے متعدد رنگ کوانتہائی دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔

'علی پور کا ایلی' آزادی کے بعد شائع ہونے والے اہم ناولوں میں شامل ہے۔ یہ ایک طویل ناول ہے مگر اس ناول میں دلچسپی کے تمام عناصر موجود ہیں۔اس ناول میں ممتاز مفتی نے ایک متوسط مسلمان گھرانے کی نفسیاتی کیفیات، جنسی معاملات اور جذباتی الجھنوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اردو فکشن کی تاریخ میں اس ناول کی اپنی حیثیت ہے۔

راجندر سنگھ بیدی نے بیشمار افسانے تحریر کیے اور ساتھ ہی ایک مختصر سا ناول بھی لکھا۔ان کا پہلا اور آخری ناول 'ایک چادر میلی سی' (1962) ہے۔ یہ پنجاب کے نچلے طبقے کے ایک گھرانے کی زندگی کو پیش کرتا ہے جس میں پنجاب کا معاشرہ اوراس کی سماجی کیفیات وروایات کومحسوس کیا جاسکتا ہے۔رانو اور تلوکہ کی متاثر کن کردار سازی ناول پڑھنے کے بعد برسوں ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

بلونت سنگھ کا ناول 'رات، چوراور چاند' 1961 میں شائع ہوا۔اس ناول میں بھی پنجاب کی ہی زندگی پیش کی گئی تھی۔ملک کے سیاسی حالات، پنجاب کی معاشرتی زندگی، کسانوں کی حالت اور تعلیم وتہذیب سے ناواقف سماج میں عورتوں کی حالت زار کواس ناول میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔کالے کوس، عورت اور آبشار، ایک معمولی لڑکی بھی بلونت سنگھ کے ناول ہیں جن کی اشاعت آزادی کے بعد ہوئی۔ان میں کالے کوس کوبطورخاص ہندی میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

آزادی کے بعد جن مصنفین کے کئی ناول شائع ہوئے ان میں سرفہرست نام کرشن چندر کا ہے۔انہوں نے چالیس سے زائد ناول تحریر کیے۔آزادی سے قبل ان کا پہلا ناول شکست 1943 میں شائع ہو چکا تھا۔جب کھیت جاگے، طوفان کی کلیاں، دل کی وادیاں سوگئیں، آسمان روشن ہے، باون پتے، ایک گدھے کی سرگذشت، ایک عورت ہزار دیوانے، غدار، سڑک واپس جاتی ہے، میری یادوں کے چنار، گدھے کی واپسی، بوربن کلب،

ایک وائلن، سمندر کے کنارے اور مٹی کے صنم وغیرہ آزادی کے بعد شائع ہوئے جن میں بعض بہت مقبول ہوئے۔

جب کھیت جاگے خالص سیاسی فضا رکھنے والا ناول ہے جو کسانوں کے سماج کو پیش کرتا ہے۔ وہ کسان جو برسوں سے دولت مند افراد کے استحصال کا شکار ہیں۔ اس ناول کا پس منظر آندھرا پردیش کا وہ خطہ ہے جسے تلنگانہ کہتے ہیں۔ کرشن چندر نے اپنے زیادہ تر ناولوں میں کشمیر کے مسائل کو پیش کیا ہے۔ 'طوفان کی کلیاں' میں بھی کشمیر کے مسائل پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اعلیٰ طبقہ متوسط طبقے پر کس طرح ظلم کرتا ہے، مرد عورتوں پر کتنے مصائب نازل کرتا ہے، کسانوں کی بغاوت، ہندوستان کی آزادی اور تقسیم ہند جیسے موضوعات اس ناول میں پیش کیے گئے ہیں۔ 'ایک عورت ہزار دیوانے' خانہ بدوشوں کی روزمرہ زندگی کو موضوع بنایا ہے اور ممبئی کے نچلے طبقے کی زندگی پیش کی۔ ایک گدھے کی سرگزشت کرشن چندر کے چند اچھے ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔ بظاہر یہ ایک مزاحیہ ناول ہے تاہم اس میں ہندوستانی سماج کے ہر طبقے کی ذہنی افتاد اور ہندوستانی سماج کے کرداروں کی عمومی ذہنی کیفیت کو انتہائی دلچسپ ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے۔

قاضی عبدالستار کے کئی ناول آزادی کے بعد منظرِ عام پر آئے جن میں شب گزیدہ بہت مشہور ہے۔ اس ناول کے سلسلے میں گزشتہ سبق میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ اس میں اودھ میں جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال کو پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کے ناول 'پہلا اور آخری خط' میں بھی جاگیردارانہ نظام کی نام نہاد تہذیب کی انتہائی دلچسپ عکاسی کی گئی ہے۔ قاضی عبدالستار نے تاریخی ناول کے میدان میں کئی اہم اضافے کیے۔ داراشکوہ، صلاح الدین ایوبی، غالب، خالد بن ولید وغیرہ ان کے اہم تاریخی ناول ہیں۔

علیم مسرور کا ناول 'بہت دیر کردی' کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ناول نگار نے یہاں طوائف کی وہ شکل پیش کی ہے جو امراؤ جان ادا یا اس جیسی طوائفوں سے بالکل الگ ہے۔ اس ناول میں بدلتی قدروں، نفسیاتی الجھنوں، رسم و رواج اور ممبئی شہر کی معاشی دشواریوں کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

آزادی کے بعد منظرِ عام پر آنے والے ناولوں میں جیلانی بانو کا ناول 'ایوانِ غزل' ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس ناول میں عصری ماحول اور تغیر آمادہ ادبی اقدار و روایات کے مختلف پہلوؤں سے آشنائی ہوتی ہے۔ اس ناول میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور تمدنی زندگی کے ان گنت رنگوں کو خوش اسلوبی سے پیش کیا گیا۔ اس ناول کے زبان و بیان کی چاشنی قاری کی دلچسپی میں اضافے کا باعث ہے۔

آزادی کے بعد صالحہ عابد حسین کے بھی کئی ناول آئے۔ عذرا، آتش خاموش، راہِ عمل اور اپنی اپنی صلیب ان کے اہم ناولوں میں سے ہیں۔ ان کے بیشتر ناولوں میں متوسط طبقے کی معاشرتی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ زبان و بیان کی سادگی ان کے ناولوں کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

انتظار حسین نے کئی اہم ناول لکھے جن کی اشاعت آزادی کے بعد ہوئی ہے۔ آگے سمندر ہے، بستی اور چاند گہن ان کے مشہور ناول ہیں۔ بانو قدسیہ کا ناول 'راجہ گدھ' آزادی کے بعد شائع ہونے والے اہم ترین ناولوں میں شامل ہے۔ جوگندر پال کا ناول 'نادید' بھی اسی صف میں شامل ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ناول ایسے ہیں جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ شوکت صدیقی (خدا کی بستی)، عبداللہ حسین (اداس نسلیں)،

جمیلہ ہاشمی (تلاش بہاراں)، خدیجہ مستور (آنگن) وغیرہ کے سلسلے میں ہم گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ اکیسویں صدی میں بھی ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے اہم ناول شائع ہوئے ہیں۔ کئی چاند تھے سرآسماں، آخری سواریاں، میرواہ کی راتیں، دو یہ بانی، مہاماری، برف آشنا پرندے، پلیتہ، لے سانس بھی آہستہ، روحزن، نولکھی کوٹھی، انارکلی، نیلی بار، جندر وغیرہ ایسے ناولوں میں شامل ہیں جو اکیسویں صدی میں شائع ہوئے اور قارئین کے درمیان موضوع بحث ہیں۔

بلاشبہ آزادی کے بعد تحریر کیے گئے ناولوں کی ایک طویل فہرست ہے ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ البتہ یہاں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ گرچہ ان میں سے بہت سے ناولوں میں زندگی کو اس تمام تر وسعتوں اور پہنائیوں کے ساتھ سمیٹنے کی کوشش نہ کی گئی ہو تاہم صنف ناول کی جانب مصنفین کی توجہ یہ بتاتی ہے کہ اردو ناول کا مستقبل تابناک ہے۔ بقول پروفیسر وقار عظیم

> ''تقسیم کے بعد اردو میں جتنے ناول لکھے اور چھاپے گئے ہیں انہیں دیکھ کر آسانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ناول ہمارے ادب میں موجودہ دور کی سب سے مقبول صنف ہے گو اس مقبول صنف کو بہت کم لکھنے والوں نے اس سنجیدگی اور انہماک کا مستحق جانا جس کے بغیر معتبر ادبی وفنی تخلیقات عظیم نہیں بنتیں، لیکن اس کثرت اور بے توجہی میں بھی جا بجا جواہر ریزے چمک جاتے ہیں کہ ناول کو اردو میں بھی مستقبل کی صنف کہے بغیر چارہ نہیں۔''
>
> پروفیسر وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، ص 147

18.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ

- آزادی کے بعد کے حالات سے واقف ہوئے
- آزادی کے بعد اردو ناول کے موضوعات ومسائل سے واقف ہوئے
- آزادی کے بعد لکھے گئے اردو ناولوں سے متعارف ہوئے
- آزادی کے بعد شائع ہونے والے اہم ترین ناولوں کی تفصیل سے واقف ہوئے

18.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1 آزادی کے بعد کے چند مشہور ناول نگاروں کے نام بتائیے۔

2 آزادی کے فوراً بعد کے برسوں میں اردو ناولوں میں کن موضوعات کو زیادہ پیش کیا گیا؟

3 'آخر شب کے ہم سفر' کے بارے میں اپنی معلومات درج کیجیے۔

4 'شام اودھ' کے مصنف کا نام بتائیے اور اس کے موضوع کی وضاحت کیجیے۔

5 قاضی عبدالستار کے چند تاریخی ناولوں کا نام بتائیے۔

6 اکیسویں صدی میں منظر عام پر آنے والے چند اہم ناولوں کے نام بتائیے۔

18.6 سوالات کے جوابات

1 آزادی کے بعد کے مشہور ناول نگاروں میں عزیز احمد، کرشن چندر، عصمت چغتائی، رامانند ساگر، احسن فاروقی، اختر اورینوی، قرۃ العین حیدر، شوکت صدیقی، ممتاز مفتی، جمیلہ ہاشمی، راجندر سنگھ بیدی، خدیجہ مستور، عبداللہ حسین، رضیہ فصیح احمد، قاضی عبدالستار، انتظار حسین، عبداللہ حسین، جوگندر پال، بانو قدسیہ، انیس ناگی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

2 آزادی کے بعد ابتدائی برسوں میں لکھے گئے ناولوں کا ایک حصہ ایسا ہے جس میں تقسیم ہند سے پہلے اور بعد کے چند برسوں میں پیش آنے والے فسادات، اس کے نتیجے میں انسانی زندگی کو درپیش پریشانیاں، ٹوٹتی بکھرتی گنگا جمنی تہذیب، ثقافتی قدروں اور سماجی تانے بانے کے بکھراؤ کی تصویر کشی ملتی ہے۔

3 'آخر شب کے ہم سفر' قراۃ العین حیدر کا اہم ترین ناول ہے۔ یہ وہ ناول ہے جس پر قرۃ العین حیدر کو ہندوستان کا سب سے بڑا ادبی اعزاز گیان پیٹھ ایوارڈ ملا۔ وقت کی بالادستی، انسانی خوابوں، امیدوں اور آرزوؤں کی شکست و ریخت اس ناول کا بنیادی موضوع ہے۔ ناول کا پس منظر بنگال میں کمیونسٹ تحریک کا آغاز وانجام ہے۔ اس ناول میں قرۃ العین حیدر کا فن اپنے کمال کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔

4 ناول 'شام اودھ' کے خالق احسن فاروقی ہیں۔ یہ ناول اودھ کی زوال آمادہ تہذیب اور قدروں کو بیان کرتا ہے۔ ناول مکالماتی اسلوب میں ہے اور ناول کے تمام صفحات پر ہمدردیوں اور حسرتوں کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔

5 قاضی عبدالستار نے تاریخی ناول کے میدان میں کئی اہم اضافے کیے۔ داراشکوہ، صلاح الدین ایوبی، غالب، خالد بن ولید وغیرہ ان کے اہم تاریخی ناول ہیں۔

6 اکیسویں صدی میں بھی ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے اہم ناول شائع ہوئے ہیں۔ کئی چاند تھے سر آسماں، آخری سواریاں، میرواہ کی راتیں، دو یہ بانی، مہاماری، برف آشنا پرندے، پلیتہ، لے سانس بھی آہستہ، روحزن، نولکھی کوٹھی، انارکلی، نیلی بار، جندر وغیرہ ایسے ناولوں میں شامل ہیں جو اکیسویں صدی میں شائع ہوئے۔

18.7 فرہنگ

لفظ	معنی
متزلزل	ڈگمگانے والا، جنبش کرنے والا، لرزاں، کانپنے والا
کشت وخون	خوں ریزی، قتل وغارت گری
نفسیاتی تحلیل	ذہنی مریض کے خیالات کے سلسلے کا غائر مطالعہ جس سے نفسی پیچیدگی کا پتہ چلایا جا سکے، تحلیل نفسی
متقدمین	پہلے زمانے کے لوگ، دور اول سے تعلق رکھنے والے، وہ لوگ جو پہلے گزر چکے

متناسب	باہم نسبت رکھنے والا، صحیح تناسب رکھنے والا، ایک دوسرے کے لیے مناسب
امتزاج	اختلاط، میل محبت اور اتحاد، دو یا زیادہ چیزوں کی ترکیب یا آمیزش، مل کر ایک جگہ ہو جانا
ساگا	وہ مقبول کہانی ہے جس کے پیچھے قومی تخیل کو تحریک دینے والا کوئی تاریخی واقعہ موجود ہو
زبوں حالی	خستہ حالی، معاشی طور پر گری ہوئی حالت، مفلسی
خامہ فرسائی	اپنے خیالات کو ضبط تحریر میں لانا، لکھنا، تحریر کرنا
سرگزشت	آپ بیتی، سوانح عمری، حالات زندگی، بیتا ہوا واقعہ، حال احوال

18.8 کتب برائے مطالعہ

1۔ اسلم آزاد	آزادی کے بعد اردو ناول	ڈی لکس پریس، نئی دہلی	1993
2۔ عقیل احمد	اردو ناول اور تقسیم ہند	ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1987
3۔ ڈاکٹر خالد اشرف	برصغیر میں اردو ناول	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1994
4۔ ڈاکٹر یوسف سرمست	بیسویں صدی میں اردو ناول	ترقی اردو بیورو، نئی دہلی	1995

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY